معاشرے میں

عورت کا کردار و مقام

مؤلف

ولی فقیہ حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ

سید علی الحسینی الخامنہ ای مدظلہ العالی

مرتبہ

مجاہد حسین حرؔ

ناشر

معراج کمپنی لاہور

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں۔

نام کتاب .... معاشرے میں عورت کا کردار و مقام

مؤلف .... ولی فقیہ حضرت آیت اللہ سید علی الحسینی الخامنہ ای مدظلہ العالی

مرتبہ .... مجاہد حسین حرؔ

کمپوزنگ .... قائم گرافکس۔جامعہ علمیہ۔ڈیفنس فیز ۴

پیج سیٹنگ .... مرزا محمد علی

پروف ریڈنگ .... مرکزِ قلم و قرطاس

ناشر .... معراج کمپنی لاہور

ہدیہ ....

ملنے کا پتہ

معراج کمپنی لاہور

بیسمنٹ میاں مارکیٹ، غزنی سٹریٹ اردو بازار۔لاہور

042-37361214،0321-4971214

محمد علی بک ایجنسی اسلام آباد

0333-5234311

انتساب

خواتین کی سردار

خاتون جنت

(ان پر لاکھوں درود وسلام)

کے نام

مجاہد حسین حرؔ

عرض ناشر

حمد ہے اس ذات کے لئے جس نے انسان کو قلم کے ساتھ لکھنا سکھایا اور درود وسلام ہواس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جسے اس نے عالمین کے لئے سراپا رحمت بنا کر مبعوث فرمایا اور سلام ورحمت ہوان کی آل پر جنہیں اس نے پورے جہاں کے لئے چراغ ہدایت بنایا۔

جب سے ادارہ قائم کیا ایک خواہش تھی کہ آقائی رہبر معظم سید علی خامنہ ای مدظلہ العالی کی کتابیں شائع کی جائیں لیکن مصروفیات اور کچھ آقائی موصوف کی کتب کی غیر دستیابی کی بنا پر اس خواہش کی تکمیل میں تاخیر ہوئی۔لیکن اب الحمدللہ جناب مولانا مجاہد حسین حرؔ صاحب نے رہبر معظم کی کتب فراہم کرنے کی ذمہ داری لی اور انہوں نے خدا کی بارگاہ سے امید ظاہر کی ہے کہ انشاءاللہ سو (۱۰۰) سے زائد کتب فراہم کریں گے۔ اللہ تعالی ان کی توفیقات میں اضافہ فرمائے۔اوران کی اس سعی جمیلہ کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔

"معاشرے میں عورت کا کردار و مقام" آقائی رہبر معظم کی تقاریر کا مجموعہ ہے جو انہوں نے وقتاً فوقتاً یوم خواتین اور دیگر ایام میں خواتین سے خطاب فرمایا۔ہمیں امید ہے کہ مومنین کرام کو ہماری یہ کاوش پسند آئے گی۔

ہم اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی اور اسلامی تعلیمات کے فروغ اور دین الٰہی کی نشر و اشاعت کے لئے کام کررہے ہیں، ہماری دعا ہے رب العزت تمام امت مسلمہ کو عزت وسر بلندی

عطا فرمائے اور ہم سب کو ہر طرح کی بداخلاقی اور دیگر آفات و بلیات سے محفوظ رکھے۔(آمین ثم آمین)

ادارہ معراج کمپنی شیخ محمد باقر امین صاحب کی دادی مرحومہ کے نام پر قائم کیا گیا ہے۔ مومنین کرام سے درخواست ہے کہ مرحومہ کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

ادارہ

فہرست کتاب

پہلا باب: معاشرے میں عورت کا کردار 11
انسانی معاشرے میں عورت کا کردار 13
عورت کے سلسلے میں منطقی نقطہ نظر 13
صنف نسواں پر تاریخی ظلم 14
دنیا میں عورت کا مسئلہ 15
عورت کے سماجی وقار میں حجاب کا کردار 15
عورتوں کی ذمہ داریاں اور کردار 17
عورتوں کی سماجی سرگرمیوں کی بنیاد 19
قومی ترقی میں عورتوں کا کردار 19
حصول علم لازمی اور واجب 20
عورتیں گھر سے باہر کام کرسکتی ہیں 21

دوسرا باب: خاندان میں عورت کا کردار 23
عورتوں کی اسلامی تربیت 25
خاوند کے انتخاب کا حق 26
شادی سے متعلق دو جاہلانہ رسمیں 26
آشیانے کا چین وسکون 27
خاندان میں عورت کی اہمیت 29
عورتوں کا فطری اثر ونفوذ 30
مہر ومحبت کا گہوارا 31
فرائض کی تقسیم 32
گھر کا فریضہ اولیں ترجیح 33
بچوں کی تربیت، ایک اہم فریضہ 33
گل اور باغباں کی داستان 35
گھروں میں عورتوں پر مظالم 36
تیسرا باب: اسلامی ثقافت میں عورت کی منزلت 39
اسلامی نقطہ نگاہ پر توجہ دینے کی ضرورت 41
عورت کے سلسلے میں اسلام کا طرز سلوک 42
اسلامی معاشرہ اور عورت 49
اسلامی حدود 50
کامل نمونہ 50

عورت کا ملکوتی مرتبہ 54
اسلامی قوانین میں عورت کی حمایت 54
دو ثقافتوں کا ٹکراؤ 56
مغربی ثقافت کٹہرے میں 56
چوتھا باب: مغربی ثقافت میں عورت کا مقام 59
عورت اور مغربی فن و ادب 61
تہذیب سے پرے 64
مغربی معاشروں میں عورت کی مظلومی 64
فیشن، انحراف اور لغزش کی تمہید 64
مغربی ثقافت میں عورتوں کی آزادی کی حقیقت 65
مغرب میں عورت کے حقوق کے دفاع کی تحریک 66
عورتوں پر گھروں کے اندر مظالم 67
عزت افزائی یا توہین 69
مسلمان عورت کے طور طریقے کی مخالفت 69
اسلامی اور یورپی ثقافتوں میں عورتوں کے مالکانہ حقوق 70
پانچواں باب: اسلامی جمہوریہ ایران میں عورت کا کردار 73
ایران کی عصری تاریخ میں عورتوں کا کردار 75
پہلوی سلطنت میں خواتین کی صورت حال 75
ایران کے اسلامی انقلاب میں خواتین کا کردار 77

اسلامی انقلاب اور عورتوں کا سماجی مقام و مرتبہ 79
امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ کی نگاہ میں عورت کی منزلت 79

پہلا باب

معاشرے میں عورت کا کردار

یہی بننا سنورنا، واہیات میک اپ اور عورت کو استعمال کی چیز بنا دینا۔

یہ عورت پر بہت بڑا ظلم اور سراسر زیادتی ہے۔

شاید یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ یہ عورت کے حق میں سب سے بڑی نا انصافی ہے کیونکہ یہ چیز اسے ارتقاء اور کمال کے تمام اہداف اور امنگوں سے غافل اور منحرف کرکے انتہائی بے وقعت اور گھٹیا چیزوں میں مشغول کر دیتی ہے۔

انسانی معاشرے میں عورت کا کردار

عورت اور معاشرے میں اس کے ساتھ ہونے والے برتاؤ کا موضوع قدیم ایام سے ہی مختلف معاشروں اور تہذیبوں میں زیر بحث رہا ہے۔ دنیا کی آدھی آبادی عورتوں پر مشتمل ہے۔ دنیا میں انسانی زندگی کا دارومدار جتنا مردوں پر ہے اتنا ہے عورتوں پر بھی ہے جبکہ فطری طور پر عورتیں خلقت کے انتہائی اہم امور سنبھال رہی ہیں۔ خلقت کے بنیادی امور جیسے عمل پیدائش اور تربیت اولاد عورتوں کے ہاتھ میں ہے۔ معلوم ہوا کہ عورتوں کا مسئلہ بہت ہی اہمیت کا حامل ہے اور قدیم زمانے سے ہی معاشروں میں مفکرین کی سطح پر اسی طرح مختلف قوموں کی رسوم و روایات اور عادات و اطوار میں اس پر توجہ دی جاتی رہی ہے۔

عورت کے سلسلے میں منطقی نقطہ نظر

عورت کو ایک بلند مرتبہ انسان کی حیثیت سے دیکھا جانا چاہئے تا کہ معلوم ہو کہ اس کے حقوق کیا ہیں اور اس کی آزادی کیا ہے؟ عورت کو ایسی مخلوق کے طور پر دیکھا جانا چاہئے جو بلند انسانوں کی پرورش کر کے معاشرے کی فلاح و بہبود اور سعادت و کامرانی کی راہ ہموار کر سکتی ہے، تب اندازہ ہوگا کہ عورت کے حقوق کیا ہیں اور اس کی آزادی کیسی ہونا چاہئے۔ عورت کو خاندان اور کنبے کے بنیادی عنصر وجودی کی حیثیت سے دیکھا جانا چاہئے، ویسے کنبہ تو مرد اور عورت دونوں

سے مل کے تشکیل پاتا ہے اور دونوں ہی اس کے معرض وجود میں آنے اور بقاء میں بنیادی کردار کے حامل ہیں لیکن گھر کی فضا کی طمانیت اور آشیانے کا چین وسکون عورت اور اس کے زنانہ مزاج پر موقوف ہے۔عورت کو اس نگاہ سے دیکھا جائے تب معلوم ہوگا کہ وہ کس طرح کمال کی منزلیں طے کرتی ہے اور اس کے حقوق کیا ہیں؟

صنف نسواں پر تاریخی ظلم

پوری تاریخ میں مختلف معاشروں میں عورتوں کے طبقے پر ظلم ہوا ہے۔ یہ انسان کی جہالت کا نتیجہ ہے۔جاہل انسان کا مزاج یہ ہوتا ہے کہ اگر اس کے سر پر کوئی سوار نہیں ہے اور کوئی طاقت اس کی نگرانی نہیں کر رہی ہے،خواہ یہ نظارت انسان کے اندر سے ہو جس کا اتفاق بہت کم ہی ہوتا ہے یعنی قوی جذبہ ایمانی، اور خواہ باہر سے ہو یعنی قانون، اگر قانون کی تلوار سر پر لٹکتی نہ رہے تو اکثر و بیشتر یہ ہوتا ہے کہ طاقتور، کمزور کو ظلم و ستم کا نشانہ بناتا ہے۔

حالات کی ستم ظریفی یہ ہے کہ پوری تاریخ میں ہمیشہ عورت ظلم کی چکی میں پسی ہے اور اس کی بنیادی وجہ یہ رہی کہ عورت کی قدر و منزلت اور مقام و اہمیت کو نہیں سمجھا گیا۔عورت کو اس کی شان و شوکت حاصل ہونا چاہئے،عورت ہونے کی وجہ سے اس پر کوئی زیادتی نہیں ہونی چاہئے۔ یہ بہت ہی بری چیز ہے۔خواہ وہ زیادتی ہو جو عورت پر کی جاتی ہے اور اسے زیادتی کہا بھی جاتا ہے اور خواہ وہ زیادتی ہو کہ جسے سرے سے زیادتی سمجھا ہی نہیں جاتا جبکہ فی الواقع وہ ظلم ہے، زیادتی ہے۔

مثلاً یہی بننا سنورنا، واہیات میک اپ اور اسے استعمال کی چیز بنا دینا۔

یہ عورت پر بہت بڑا ظلم اور سراسر زیادتی ہے۔

شاید یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ یہ عورت کے حق میں سب سے بڑی ناانصافی ہے کیونکہ یہ چیز اسے ارتقاء اور کمال کے تمام اہداف اور امنگوں سے غافل اور منحرف کر کے انتہائی بے وقعت اور گھٹیا چیزوں میں مشغول کر دیتی ہے۔

دنیا میں عورت کا مسئلہ

انسان نے اپنے تمام تر دعوؤں کے باجود، اپنی تمام تر پرخلوص اور ہمدردانہ مساعی کے باوجود، عورت کے سلسلے میں انجام دئے جانے والے علمی وثقافتی کاموں کے باوجود ہنوز دونوں صنفوں بالخصوص صنف نازک کے بارے میں کوئی صحیح راستہ منتخب اور طے کرنے میں کامیابی حاصل نہیں کی۔

دوسرے لفظوں میں، زیادہ روی، کجروی اور غلط نتائج نکالنے اور پھر اسی بنا پر زیادتی، ناانصافی، ذہنی امراض، خاندان سے متعلق مسائل، دونوں صنفوں کے روابط اور میل ملاپ سے متعلق مشکلات آج بھی انسانی معاشرے میں لاینحل باقی ہیں۔یعنی جس انسان نے مادی شعبوں میں، فلکیات کے میدان میں، سمندروں کی گہرائیوں میں اتر کر بے شمار دریافتیں کیں اور جو نفسیات کی موش ٖ گافی اور سماجی ومعاشی امور میں باریک بینی کا دم بھرتا ہے، اور حقیقت میں بھی بہت سے میدانوں میں اس نے ترقی کی ہے، اس (عورت کے) مسئلے میں ناکام رہا ہے۔

عورت کے سماجی وقار میں حجاب کا کردار

مکتب اسلام میں مرد اور عورت کے درمیان ایک حجاب اور حد بندی قائم کی گئی ہے۔ تاہم اس کا یہ مطلب نہیں کہ عورتوں کی دنیا مردوں کی دنیا سے بالکل جدا اور مختلف ہے۔نہیں

عورتیں اور مرد معاشرے میں اور کام کی جگہوں پر ایک ساتھ ہوتے ہیں ہر جگہ ان کو ایک دوسرے سے کام پڑتے ہیں۔ سماجی مسائل کو مل جل کر حل کرتے ہیں، جنگ جیسے مسئلے کو بھی باہمی تعاون و شراکت کے ساتھ کنٹرول کرتے ہیں اور ایسا انہوں نے کیا بھی ہے، کنبے کو مل جل کر چلاتے ہیں اور بچوں کی پرورش کرتے ہیں لیکن گھر اور خاندان کے باہر اس حد بندی اور حجاب کو ہر حال میں ملحوظ رکھا جاتا ہے۔

یہ اسلامی طرز زندگی کا بنیادی نکتہ ہے۔ اگر اس کا خیال نہ رکھا جائے تو وہی فحاشی پھیلے گی جس میں آج مغرب مبتلا ہے۔ اگر اس نکتے کا خیال نہ رکھا جائے تو عورت اقدار کی سمت اپنی پیش قدمی کو جو آج ایران میں نظر آ رہی ہے، جاری نہیں رکھ سکے گی۔

حجاب کا مطلب عورت کو سب سے الگ تھلگ کر دینا نہیں ہے۔ اگر حجاب کے سلسلے میں کسی کا یہ نظریہ اور تصور ہے تو یہ سراسر غلط نظریہ ہے۔ حجاب تو درحقیقت معاشرے میں مرد اور عورت کو ضرورت سے زیادہ اختلاط سے روکنا ہے۔ ضرورت سے زیادہ قربت معاشرے، مرد اور عورت دونوں بالخصوص عورت کے لئے تباہ کن نتائج کی حامل ہوتی ہے۔ حجاب کو ملحوظ رکھنے سے عورت کو اپنے اعلیٰ روحانی مقام پر پہنچنے میں مدد ملتی ہے اور وہ سر راہ موجود نازک موڑ پر لغزش سے محفوظ رہتی ہے۔

عورتوں کے دفاع کے سلسلے میں کیا جانے والا ہر اقدام بنیادی طور پر عورت کی عفت و پاکیزگی کی حفاظت پر مرکوز ہونا چاہئے۔ عورت کی عفت و پاکیزگی فی الواقع دوسروں کی نظر میں حتیٰ خود شہوانی خواہشات میں غرق انسانوں کی نظر میں عورت کا احترام اور وقار قائم کرتی ہے۔ اسلام عورت کی عفت و پاکدامنی پر خاص تاکید کرتا ہے۔ البتہ مردوں کی پاکدامنی بھی ضروری چیز ہے۔ عفت صرف عورتوں سے مخصوص نہیں ہے، مردوں میں بھی پاکدامنی ہونی چاہئے۔

جہاں عورتوں کو حجاب سے محروم کر دیا جاتا ہے، جہاں عورت کو عریانیت اور برہنگی میں

مبتلا کر دیا جاتا ہے وہاں سب سے پہلے تو خود عورت کی سلامتی اور اس کا تحفظ اور دوسرے مرحلے میں مردوں اور نوجوانوں کی سلامتی خطرات کی زد پر آ جاتی ہے۔ معاشرے اور ماحول کو محفوظ اور صحتمند رکھنے کے لئے اور ایسی فضا قائم کرنے کے لئے اسلام نے حجاب کا اہتمام کیا ہے جس میں عورت بھی معاشرے میں اپنی سرگرمیاں انجام دے سکے اور مرد بھی اپنے فرائض سے عہدہ برآ ہو سکے۔

عورتوں کی ذمہ داریاں اور کردار

اسلامی معاشرے میں مرد و زن کے لئے میدان کھلا ہوا ہے۔ اس کا ثبوت اور دلیل وہ اسلامی تعلیمات ہیں جو اس سلسلے میں موجود ہیں اور وہ اسلامی احکامات ہیں جو مرد اور عورت دونوں کے لئے یکساں طور پر سماجی ذمہ داریوں کا تعین کرتے ہیں۔ یہ تو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ

مَنْ لَمْ یَهْتَمَّ بِأُمُورِ الْمُسْلِمِینَ فَلَیْسَ بِمُسْلِمٍ. [1]

جو شخص شب و روز گزارے اور مسلمانوں کے امور کی فکر میں نہ رہے وہ مسلمان نہیں ہے۔

یہ صرف مردوں سے مخصوص نہیں ہے، عورتوں کے لئے بھی ضروری ہے کہ مسلمانوں کے امور، اسلامی معاشرے کے مسائل اور عالم اسلامی کے معاملات بلکہ پوری دنیا میں پیش آنے والی مشکلات کے سلسلے میں اپنے فریضے کا احساس کریں اور اس کے لئے اقدام کریں، کیونکہ یہ اسلامی فریضہ ہے۔ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی ذات گرامی، جو بچپن میں اور مدینہ

[1] الکافی (ط۔ال إسلامیۃ)/ ج2 / 164 / باب الاہتمام بأمور المسلمین والنصیحۃ لھم و نفعھم ص:163

منورہ کی جانب پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت کے بعد مدینے میں اپنے والد کو پیش آنے والے تمام معاملات میں، اپنا کردار ادا کرتی ہوئی نظر آتی ہے، ایک نمونہ ہے جو اسلامی نظام میں عورت کے کردار اور فرائض کو ظاہر کرتا ہے۔

سورہ احزاب [1] کی ایک آیت کہتی ہے کہ اسلام ہو، ایمان ہو، قنوت ہو، خشوع و خضوع ہو، صدقہ دینا ہو، روزہ رکھنا ہو، صبر و استقامت ہو، عزت و ناموس کی حفاظت ہو یا ذکر خدا ہو، ان چیزوں میں مردوں اور عورتوں کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ معاشرے میں عورتوں کی وہ سرگرمیاں بالکل جائز، پسندیدہ اور مباح و بلا اشکال ہیں جو اسلامی حدود کی پابندی کرتے ہوئے انجام دی جائیں۔

جب معاشرے میں مرد اور عورتیں دونوں ہی تعلیم حاصل کریں گے تو تعلیم یافتہ افراد کی تعداد اس دور کے مقابلے میں دگنی ہوگی جس میں تعلیمی سرگرمیاں صرف مردوں سے مخصوص ہو کر رہ جائیں۔ اگر معاشرے میں عورتیں تدریس کے شعبے میں سرگرم عمل ہوں گی تو معاشرے میں

---

[1] اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ ۙ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ۝۳۵

(دل لگا کے سنو) مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور ایمان دار مرد اور ایمان دار عورتیں اور فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں اور راستباز مرد اور راستباز عورتیں اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں اور فروتنی کرنے والے مرد اور فروتنی کرنے والی عورتیں اور خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں اور روزہ دار مرد اور روزہ دار عورتیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور خدا کی بکثرت یاد کرنے والے مرد اور یاد کرنے والی عورتیں بے شک ان سب لوگوں کے واسطے خدا نے مغفرت اور بڑا (بڑا) ثواب مہیّا کر رکھا ہے۔

اساتذہ کی تعداد اس دور کی بنسبت دگنی ہوگی جس میں یہ فریضہ صرف مردوں تک محدود ہو۔ تعمیراتی سرگرمیوں، اقتصادی سرگرمیوں، منصوبہ بندی، فکری عمل، ملکی امور، شہر، گاؤں، گروہی امور اور ذاتی مسائل اور خاندانی معاملات میں عورت و مرد کے مابین کوئی فرق نہیں ہے۔ سب کے فرائض ہیں جن سے ہر ایک کو عہدہ برآ ہونا چاہئے۔

عورتوں کی سماجی سرگرمیوں کی بنیاد

کوئی بھی سماجی کام اسی وقت صحیح سمت میں آگے بڑھ سکتا اور نتیجہ خیز ثابت ہوسکتا ہے، جب غور و فکر، عقل و خرد، تشخیص و توجہ، مصلحت اندیشی و بارآوری اور صحیح و منطقی بنیادوں پر استوار ہو۔ عورتوں کے حقوق کی بازیابی کے لئے انجام دئے جانے والے ہر عمل میں اس چیز کو ملحوظ رکھنا چاہئے یعنی ہر حرکت دانشمندانہ سوچ پر مبنی ہو اور حقائق، عورت کے مزاج و فطرت سے آشنائی، مرد کے رجحان و رغبت سے آگاہی، عورتوں کے مخصوص فرائض اور مشاغل سے واقفیت، مردوں کے مخصوص فرائض اور مشاغل سے روشناسی اور دونوں کی مشترکہ باتوں اور خصوصیات کی معلومات کے ساتھ انجام دی جائے، غیروں سے مرعوب ہوکر اور اندھی تقلید کی بنیاد پر انجام نہیں دی جانی چاہئے۔ اگر یہ حرکت غیروں سے مرعوب ہوکر، اندھے فیصلے اور اندھی تقلید کی بنیاد پر آنکھیں بند کر کے انجام دی گئی تو یقیناً ضرر رساں ثابت ہوگی۔

قومی ترقی میں عورتوں کا کردار

اگر کوئی ملک حقیقی معنی میں تعمیر نو کا خواہاں ہے تو اس کی سب سے زیادہ توجہ اور اس کا بھروسہ افرادی قوت پر ہونا چاہئے۔ جب افرادی قوت کی بات ہوتی ہے تو اس کا خیال رکھنا

چاہیئے کہ ملک کی آدھی آبادی اور نصف افرادی قوت عورتوں پر مشتمل ہے۔ اگر عورتوں کے سلسلے میں غلط طرز فکر جڑ پکڑ لے تو حقیقی اور ہمہ جہتی تعمیر و ترقی ممکن ہی نہیں ہے۔ خود عورتوں کو بھی چاہیئے کہ اسلام کے نقطہ نگاہ سے عورت کے مرتبہ و مقام سے واقفیت حاصل کریں تا کہ دین مقدس اسلام کی اعلیٰ تعلیمات پر اتکاء کرتے ہوئے اپنے حقوق کا بخوبی دفاع کر سکیں۔

اسی طرح معاشرے کے تمام افراد اور مردوں کو بھی اس سے واقفیت ہونا چاہیئے کہ عورت کے تعلق سے، زندگی کے مختلف شعبوں میں عورتوں کی شراکت کے تعلق سے، عورتوں کی سرگرمیوں، ان کی تعلیم، ان کے پیشے، ان کی سماجی، سیاسی، اقتصادی اور علمی فعالیتوں کے تعلق سے اسی طرح خاندان کے اندر عورت کے کردار اور معاشرے کی سطح پر اس کے رول کے تعلق سے اسلام کا نقطہ نگاہ کیا ہے۔

حصول علم لازمی اور واجب

عورتیں اعلیٰ تعلیم حاصل کر سکتی ہیں۔ بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ لڑکیوں کو پڑھنا لکھنا نہیں چاہیئے۔ یہ بالکل غلط سوچ ہے۔ لڑکیوں کو چاہیئے کہ اپنے لئے مفید ثابت ہونے والے موضوعات میں جن سے انہیں دلچسپی اور لگاؤ ہے تعلیمی سرگرمیاں انجام دیں۔ معاشرے کو لڑکیوں کی تعلیمی قابلیت کی ضرورت ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے تعلیم یافتہ لڑکوں کی ضرورت ہے۔ البتہ تعلیمی ماحول صحتمند ہونا چاہیئے۔ تعلیم کے لئے مرد اور عورت کی معاشرت سے متعلق اخلاقی اقدار سے دوری ضروری نہیں ہے بلکہ ان اقدار کی مکمل پابندی کے ساتھ تعلیم حاصل کی جا سکتی ہے اور خود کو بلند مقامات پر پہنچایا جا سکتا ہے۔

انتہائی اہم اور بنیادی کاموں میں ایک، عورتوں کو کتابوں کے مطالعے کا عادی بنانا ہے۔

ایک ایسی جدت عمل کی ضرورت ہے جس کی بنیاد پر عورتیں گھروں کے اندر کتابوں کے مطالعے کی عادی ہوجائیں۔ انسانی معرفتوں کی کتابیں ذہنوں کو بہتر ادراک، بہتر فکر، بہتر جدت عمل کے لئے اور زیادہ بہتر پوزیشن میں خود کو پہنچانے کے لئے آمادہ اور تیار کرتی ہیں۔

علم و دانش تو بے حد عزیز چیز ہے اور میں تو اس کا قائل ہوں کہ اسلامی معاشرے میں عورتیں تمام موضوعات پر عبور حاصل کریں۔ بعض خواتین خیال کرتی ہیں کہ اگر کوئی خاتون، عورتوں سے متعلق موضوع کا علم حاصل کرنا چاہتی ہے تو اسے عورتوں کی خاص بیماریوں کا علم حاصل کرنا چاہئے جبکہ ایسا نہیں ہے۔ عورتوں کی ذمہ داری ہے کہ طب کے مختلف شعبوں جیسے نیورولوجی اور کارڈیولوجی وغیرہ کے سلسلے میں کام کریں۔ یہ شرعی اور سماجی فریضہ ہے۔

عورتیں گھر سے باہر کام کرسکتی ہیں

اسلام عورت کو کام کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ صرف اجازت ہی نہیں دیتا بلکہ اگر گھر کے باہر کام عورت کے بنیادی فریضے یعنی بچوں کی تربیت اور کنبے کی نگہداشت سے متصادم نہیں ہو رہا ہے تو شائد یہ ضروری بھی ہو۔ کوئی بھی ملک گوناگوں شعبوں میں عورتوں کی افرادی طاقت سے بے نیاز نہیں ہوسکتا۔

بعض لوگ انتہا پسندی سے کام لیتے ہیں۔ بعض کا یہ کہنا ہے کہ چونکہ سماجی سرگرمیوں کی وجہ سے گھر، شوہر اور بچوں کا خیال رکھ پانا مشکل ہوجاتا ہے لہذا سماجی سرگرمیوں سے کنارہ کشی کر لینی چاہئے جبکہ بعض کا یہ کہنا ہے کہ چونکہ گھر، شوہر اور بچوں کی وجہ سے سماجی سرگرمیوں کا موقع نہیں مل پاتا لہذا شوہر اور بچوں سے ناتہ توڑ لینا چاہئے۔ یہ دونوں ہی باتیں غلط ہیں۔ کسی ایک کو بھی دوسرے کی وجہ سے ترک نہیں کرنا چاہئے۔

البتہ گھر سے باہر کام، عورتوں کا اولیں اور بنیادی مسئلہ نہیں ہے۔ اسلام عورتوں کے کام کرنے اور فرائض کی انجام دہی کا مخالف نہیں ہے، سوائے کچھ کاموں کے کہ جن میں سے کچھ کے بارے میں علمائے کرام کے درمیان اتفاق رائے ہے اور کچھ کے سلسلے میں اختلاف پایا جاتا ہے، تاہم عورت کا بنیادی مسئلہ یہ نہیں ہے کہ اس کے پاس روزگار ہے یا نہیں۔ عورت کا بنیادی ترین مسئلہ اور فریضہ وہ ہے جسے آج بدقسمتی سے مغرب میں نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ وہ ہے تحفظ کا احساس، سلامتی کا احساس اور صلاحیتوں کے نشو نما پانے کے امکانات کی فراہمی کا احساس اور معاشرے میں، خاندان میں، شوہر کے گھر میں یا والدین کے گھر میں اس کا ظلم و زیادتی سے محفوظ رہنا۔ جو لوگ عورتوں کے سلسلے میں کام کر رہے ہیں انہیں ان پہلوؤں پر کام کرنا چاہئے۔

دوسرا باب

خاندان میں عورت کا کردار

مرد اس بات کو ترجیح دیتا ہے کہ اس کے بیوی بچے گھر میں رہیں اور وہ خود باہر کی ذمہ داری سنبھالے۔ مثلاً ہم لوگ جو ایک زمانے میں دفاعی جنگ لڑ رہے تھے، یہ گوارا نہیں کرتے تھے کہ اپنی عورتوں کو میدان جنگ میں لے جائیں۔ ہم یہی کہتے تھے کہ:

"آپ لوگ یہیں رہیں، ہم خود جا کر یہ محاذ سنبھالیں گے۔"

لیکن جب عورت میدان جنگ میں جاتی ہے تو وہ اپنے شوہر کو بھی ساتھ لے جاتی ہے اور اسے آگے بھیجتی ہے۔

ایک ایسی ہستی کا نام ہے عورت۔

عورتوں کی اسلامی تربیت

اگر اسلامی معاشرہ عورتوں کو اسلامی تربیت کے نمونوں میں تبدیل کرنے میں کامیاب ہو جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ عورت اپنے شایان شان مقام و منزل پر پہنچ گئی ہے۔ اگر معاشرے میں عورت علم و معرفت اور روحانی و اخلاقی کمالات پر فائز ہو جائے جو اللہ تعالی اور ادیان الٰہی نے تمام انسانوں، بشمول مرد و زن، کے لئے یکساں طور پر معین کئے ہیں تو بچوں کی بہتر تربیت ممکن ہو سکے گی، گھر کی فضا زیادہ پاکیزہ اور محبت آمیز ہو جائے گی، معاشرہ زیادہ ترقی کر سکے گا، زندگی کی مشکلات زیادہ آسانی سے برطرف ہوں گی۔ یعنی مرد اور عورت دونوں خوشبخت ہو جائیں گے۔

مقصد عورتوں کو مردوں کے مقابلے میں صف آرا کرنا نہیں ہے، مقصد عورتوں اور مردوں کی معاندانہ رقابت نہیں ہے۔ ہدف یہ ہے کہ عورتیں اور لڑکیاں اسی عمل کو دہرا سکیں جس کو انجام دے کر مرد ایک عظیم انسان میں تبدیل ہو جاتے ہیں، یہ ممکن بھی ہے اور اسلام میں اس کا عملی تجربہ بھی کیا جا چکا ہے۔

انتہائی اہم چیزوں میں ایک، گھر کے اندر کے فرائض یعنی شوہر اور بچوں سے برتاؤ کی نوعیت کے تعلق سے عورتوں کو صحیح طریقوں سے آگاہ کرنا ہے۔ ایسی عورتیں بھی ہیں جو بہت اچھی ہیں، ان میں صبر و تحمل، حلم و بردباری، درگزر اور رواداری کا جذبہ اور اچھا اخلاق پایا جاتا ہے لیکن وہ بچوں اور شوہر کے سلسلے میں اپنا رویہ درست نہیں کرتیں۔ یہ رویہ اور روش باقاعدہ ایک علم ہے۔

یہ ایسی چیزیں ہیں جو انسانی تجربات کے ساتھ روز بروز بہتر ہوئی ہیں اور آج اچھی صورت حال میں موجود ہیں۔ بعض لوگ ہیں جن کے پاس بڑے گرانقدر تجربات ہیں۔ کوئی ایسا راستہ اختیار کیا جانا چاہیئے جس سے یہ عورتیں گھر کے اندر رہتے ہوئے ان روشوں اور طریقوں سے آگاہ ہو سکیں اور رہنمائی حاصل کر سکیں۔

خاوند کے انتخاب کا حق

عورت ایک بیوی اور شریکہ حیات کی حیثیت سے مختلف مراحل پر اسلام کی خاص توجہ کا مرکز بنی نظر آتی ہے۔ سب سے پہلا مرحلہ شریک حیات کے انتخاب کا ہے۔

اسلامی نقطہ نگاہ سے عورت اپنے شوہر کے انتخاب میں آزاد ہے اور کوئی بھی شخص شوہر کے انتخاب کے سلسلے میں عورت پر کوئی بات جبراً مسلط نہیں کر سکتا۔ یعنی حتی عورت کے بھائی اور والد بھی، دور کے رشتہ داروں کی تو بات ہی الگ ہے، اگر اسے مجبور کرنا چاہیں کہ تمہیں لامحالہ فلاں شخص سے ہی شادی کرنی ہے تو انہیں اس کا حق نہیں ہے اور وہ ایسا نہیں کر سکتے۔

البتہ ماضی میں اسلامی معاشرے میں بھی کچھ غلط اور جاہلانہ رواج تھا۔ تاہم جاہل مسلمان جو کچھ کرتے ہیں اسے اسلام سے نہیں جوڑنا چاہیئے۔ یہ تو جاہلانہ عادات واطوار ہیں۔ جاہل مسلمان جاہلانہ عادات واطوار کی بنیاد پر کچھ کام ایسے کر جاتے ہیں جن کا اسلام اور اس کے نورانی احکامات سے کوئی لینا دینا نہیں ہے۔

شادی سے متعلق دو جاہلانہ رسمیں

اگر کوئی شخص کسی لڑکی کو مجبور کرتا ہے کہ تمہیں اپنے چچازاد بھائی سے شادی کرنی ہے تو

اس نے غلط کام کیا ہے۔ اگر کوئی چچازاد بھائی اپنی چچازاد بہن کے سلسلے میں اپنے لئے یہ اختیار اور حق محفوظ سمجھتا ہے کہ اسے کسی اور سے شادی کرنے سے روک دے اور یہ کہے کہ چونکہ تم نے مجھ سے شادی نہیں کی لہذا میں تمہیں شادی کی اجازت نہیں دوں گا، تو اس لڑکے اور اس کی مدد کرنے والے ہر شخص سے فعل حرام سرزد ہوا ہے۔ یہ شریعت کی کھلی مخالفت ہے اور فقہائے اسلام کے درمیان اس سلسلے میں مکمل اتفاق رائے ہے۔

اگر کسی قبیلے سے تعلق رکھنے والا کوئی شخص، کسی دوسرے قبیلے سے اپنے اختلافات کو دور کرنے کے لئے، فرض کیجئے کہ دونوں کے درمیان تنازعہ اور جنگ وخونریزی کا سلسلہ چل رہا ہے، اس اختلاف کو حل کرنے اور تنازعے کو ختم کرنے کی غرض سے ایک قبیلے کی لڑکی کی شادی دوسرے قبیلے میں کر دے اور اس لڑکی سے اس کی رضامندی حاصل کرنے کی زحمت گوارا نہ کرے تو اس نے شریعت کے خلاف عمل کیا ہے۔

ہاں! اگر لڑکی سے رضامندی حاصل کر لی گئی ہے تو پھر کوئی اشکال نہیں ہے۔ کوئی لڑکی ہے جو خود بھی مائل ہے اور اس کو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے کہ اس کی شادی دوسرے قبیلے کے کسی لڑکے سے کر دی جائے اور اس شادی کے نتیجے میں اختلاف اور تنازعہ بھی ختم ہو جائے تو اس میں کوئی مضائقہ اور حرج نہیں ہے۔ لیکن اگر کسی لڑکی کو اس کے لئے مجبور کیا جائے تو یہ عمل خلاف شریعت اور اسلامی احکام کی خلاف ورزی ہے۔

آشیانے کا چین وسکون

انسان کو جن چیزوں کی بہت زیادہ ضرورت ہے ان میں ایک سکون و چین ہے۔ انسان کی خوش بختی اس میں مضمر ہے کہ ذہنی تلاطم اور اضطراب سے محفوظ و مطمئن رہے۔ انسان کو

یہ نعمت کنبے اور خاندان سے ملتی ہے، عورت کو بھی اور مرد کو بھی۔

یہ آیہ کریمہ مرد و زن کے سلسلے میں بنیادی طور پر خاندان کے تناظر میں کہتی ہے کہ

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝۲۱

اور اسی (کی قدرت) کی نشانیوں میں ایک یہ (بھی) ہے کہ اس نے تمہارے واسطے تمہاری ہی جنس کی بیبیاں پیدا کیں تا کہ تم ان کے ساتھ رہ کر چین کرو اور تم لوگوں کے درمیان پیار اور اُلفت پیدا کر دی۔ اس میں شک نہیں کہ اس میں غور کرنے والوں کے واسطے (قدرتِ خدا کی) یقینی بہت سی نشانیاں ہیں۔ [1]

یعنی قدرت خدا کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ تم انسانوں کے لئے، خود تمہاری جنس سے، تمہارا جوڑا پیدا کیا ہے۔ تم مردوں کے لئے عورتوں کو اور تم عورتوں کے لئے مردوں کو۔ تم خود "من انفسکم" ایک دوسرے سے ہو، الگ الگ جنس سے نہیں ہو۔ الگ الگ درجے کے نہیں ہو۔ سب کی حقیقت و ماہیت ایک ہے۔ سب ایک ہی حقیقت سے تعلق رکھتے ہیں۔ سب کا جوہر اور سب کی حقیقت ایک ہے۔ البتہ بعض خصوصیات کے لحاظ سے کچھ فرق ضرور ہے چنانچہ ان کے فرائض بھی الگ الگ ہیں۔ اس کے بعد ارشاد ہوتا ہے کہ

لِتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا

یعنی انسانوں میں دو صنفیں ایک عظیم ہدف کے لئے قرار دی گئی ہیں۔ وہ ہدف ہے سکون و طمانیت۔ عورتیں (اور مرد) گھر کے اندر اپنی اپنی مخالف صنف کے ساتھ، مرد عورت کے ساتھ اور عورت مرد کی معیت میں طمانیت حاصل کرے۔ گھر میں داخل ہونے پر داخلی فضا پر محیط سکون و چین، مہربان، محبتی اور امانتدار عورت پر نظر پڑنا مرد کے لئے باعث سکون و طمانیت ہوتا

---

[1] سورۂ روم: ۲۱

ہے۔عورت کے لئے بھی ایسے مرداور ایسے سہارے کا وجود، جو اس سے محبت کرے اور اس کے لئے کسی مستحکم قلعے کی مانند ہو، خوشبختی کی علامت اور اس کے لئے باعث سکون واطمینان اور موجب خوشبختی وسعادت ہے۔ خاندان دونوں کو یہ نعمت عطا کرتا ہے۔ مرد کو قلبی سکون کے لئے گھر کی فضا میں بیوی کی ضرورت ہوتی ہے اور عورت کو سکون وچین کے لئے گھر میں مرد کی احتیاج ہوتی ہے۔

لِتَسۡكُنُوٓاْ إِلَيۡهَا

دونوں کو سکون وچین کے لئے ایک دوسرے کی ضرورت ہے۔

خاندان میں عورت کی اہمیت

خاندان کی تشکیل تو درحقیقت عورت ہی کرتی اور وہی اسے چلاتی ہے۔ کنبے کی تشکیل کا بنیادی عنصر عورت ہے، مرد نہیں۔ مرد کے بغیر ممکن ہے کہ کوئی کنبہ موجود ہو۔ کوئی خاندان ایسا ہے جس میں مرد موجود نہیں ہے، دنیا سے رخصت ہو چکا ہے تو گھر کی عورت اگر سمجھدار اور سلیقے مند ہے تو خاندان کو (بکھرنے سے) بچائے رکھے گی لیکن اگر خاندان میں عورت نہ ہو تو مرد خاندان کو محفوظ نہیں رکھ سکتا، معلوم ہوا کنبے اور خاندان کی حفاظت عورت کرتی ہے۔

یہ جو اسلام خاندان کے اندر عورت کے کردار کو اتنی زیادہ اہمیت دیتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر عورت نے خاندان کے فریضے کو سنبھال لیا اور اس میں دلچسپی دکھائی، بچوں کی تربیت و پرورش کو اہمیت دی، اپنے بچوں کا خیال رکھا، انہیں دودھ پلایا، انہیں اپنی آغوش میں پالا، ان کے لئے ثقافتی آذوقہ فراہم کیا یعنی قرآنی حکایتیں، قصے، احکام اور رہنما واقعات سنائے اور فرصت کے وقت میں جسمانی ضرورت کی غذا کی مانند ان چیزوں کا ذائقہ بھی چکھایا تو اس معاشرے کی انسانی نسلیں باشعور اور قابل افتخار ہوں گی۔ یہ عورت کا فن ہے اور یہ تعلیم حاصل

کرنے، تعلیم دینے، گھر سے باہر کام کرنے اور سیاست کے میدان میں سرگرم عمل ہونے اور ایسے دیگر امور کی راہ میں حائل بھی نہیں ہے۔

تمام سماجی منصوبوں اور پروگراموں میں خاندان اور کنبے کو معیار اور اساس بنانا چاہئے۔ ماں کا مسئلہ، بیوی کا مسئلہ، گھر اور خاندان کا مسئلہ بہت ہی اہم اور حیاتی نوعیت کا ہے۔ یعنی اگر کوئی عورت بہت بڑی ماہر ڈاکٹر بن جائے یا کسی اور شعبے میں مہارت حاصل کر لے لیکن گھر کے فرائض سے عہدہ برآ نہ ہو سکے تو یہ اس کے لئے ایک نقص اور کمی ہے۔ گھر کی مالکہ کا وجود ضروری ہے، بلکہ محور یہی ہے۔ بلاتشبیہ عورت شہد کی رانی مکھی کا درجہ رکھتی ہے۔

عورتوں کا فطری اثر ونفوذ

کچھ استثنائات سے قطع نظر عموما شوہروں پر بیویوں کا خاص اثر ونفوذ ہوتا ہے۔ البتہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اگر کوئی عورت اپنے شوہر پر حاوی ہے تب کہا جائے کہ اسے بڑا اثر ونفوذ حاصل ہے، نہیں۔ بات خداداد فطری اثر ونفوذ کی ہو رہی ہے۔ میں اپنے اندازے کے مطابق عورت کو مرد سے زیادہ مضبوط اور قوی سمجھتا ہوں، یہ میرا یقین ہے۔ ایک طویل مقابلے میں، اگر مقابلہ لمبا کھنچے، سرانجام فتح عورت کی ہوگی۔ یعنی عورت آخر کار ان روشوں اور خصائص کے ذریعے جو اللہ تعالی نے اس کے مزاج اور اس کی فطرت میں ودیعت کر دیئے ہیں، مرد پر غلبہ حاصل کر لے گی۔ یہ قدرت کی ایک پرکشش حقیقت اور خلقت کا ایک حسین راز ہے۔ میدان عمل میں موجودگی کے سلسلے میں اپنی پچاس فیصدی کی شراکت کے علاوہ عورتیں دوسرے پچاس فیصدی میں بھی جو مردوں سے متعلق ہے موثر ثابت ہوتی ہیں (یعنی اپنے ساتھ مردوں کو بھی میدان عمل میں لانے میں موثر کردار ادا کرتی ہیں)۔

مرد اس بات کو ترجیح دیتا ہے کہ اس کے بیوی بچے گھر میں رہیں اور وہ خود باہر کی ذمہ داری سنبھالے۔ مثلاً ہم لوگ جو ایک زمانے میں دفاعی جنگ لڑ رہے تھے، یہ گوارا نہیں کرتے تھے کہ اپنی عورتوں کو میدان جنگ میں لے جائیں۔ ہم یہی کہتے تھے کہ:

"آپ لوگ یہیں رہیں، ہم خود جا کر یہ محاذ سنبھالیں گے۔"

لیکن جب عورت میدان جنگ میں جاتی ہے تو وہ اپنے شوہر کو بھی ساتھ لے جاتی ہے اور اسے آگے بھیجتی ہے۔ ایک ایسی ہستی کا نام ہے عورت۔ یہ شخصیت، یہ ذاتی اثر و نفوذ، میدان جنگ میں یہ درخشاں کارکردگی، ماضی و حال اور مستقبل میں جدو جہد کے لئے ہمیشہ قائم و دائم رہنا چاہئے۔

مہر و محبت کا گہوارا

خاندان کے تناظر میں مرد اور عورت کی پاکیزہ فطرت ایسی ہے جو دونوں کے درمیان ایک خاص وابستگی اور لگاؤ پیدا کر دیتی ہے، عشق و الفت کا رابطہ برقرار کر دیتی ہے" مودۃ ورحمۃ"۔

مرد اور عورت کا صحیح اور منطقی رابطہ عشق و الفت کا رابطہ ہے، دوستی و محبت کا رابطہ ہے، مہربانی اور ہمدردی کا رابطہ ہے، وہ ایک دوسرے سے محبت کریں، ایک دوسرے کے گرویدہ رہیں اور آپس میں ایک دوسرے پر نثار ہوں۔

خاندان تو وہ مرکز ہے جہاں الفتوں اور جذبات کو پروان چڑھنا چاہئے، بچوں کو ممتا اور شفقت ملنی چاہئے۔ خاص مردانہ مزاج کے باعث زوجہ کے سلسلے میں مرد کی فطرت ایسی ہوتی ہے کہ بعض چیزوں کے سلسلے میں اس کا دل بہت جلدی ٹوٹ جاتا ہے اور ایسے موقع پر اس کے زخموں کا مرہم صرف اور صرف زوجہ کی نوازش اور محبت ہوتی ہے، ایسے میں ماں کی شفقت بھی

کافی نہیں ہوتی ۔ایک جوان مرد کے لئے زوجہ وہ کام کرتی ہے جو ماں ایک چھوٹے بچے کے لئے انجام دیتی ہے۔ظریف اور لطیف مزاج رکھنے والی خواتین اس حقیقت سے آگاہ بھی ہیں ۔اگر گھر میں اس مرکزی نقطے یعنی گھر کی مالکہ کے تعلق سے یہ جذبات واحساسات نہ ہوں تو اس کنبے کا کچھ مفہوم نہ ہوگا وہ روح سے خالی جسم کی مانند ہوگا۔

فرائض کی تقسیم

مرداور عورت دونوں کے مزاج کی کچھ الگ الگ خصوصیات ہیں ۔گھر کے اندر عورت سے یہ توقع نہیں رکھنا چاہئے کہ وہ مردوں کے انداز میں کام کرے،اسی طرح کوئی مرد سے عورتوں کے برتاؤ اور اسلوب کی توقع نہ رکھے۔دونوں کے مزاج اور فطرت کے الگ الگ تقاضے ہیں اور انسان، معاشرے، مرد اور عورت کے سماجی نظام کی مصلحت اسی میں ہے کہ گھروں کے اندر مرد اور عورت کے مزاج اور ان کے فطری تقاضوں کا مکمل طور پر لحاظ کیا جائے ۔اگر اس کا خیال رکھا گیا تو دونوں کی خوش بختی و کامیابی کی راہ ہموار ہوگی۔کسی کو بھی دوسرے کے ساتھ زیادتی اور ناانصافی کرنے کا حق نہیں ہے۔

بعض مردوں کی سوچ یہ ہے کہ عورت کو ان کے سارے کام انجام دینے ہیں ۔ ویسے گھر کے اندر جہاں میاں بیوی کے درمیان گہرا محبت و الفت کا رشتہ ہے، دونوں ایک دوسرے کے کام بڑے شوق اور رغبت سے انجام دیتے ہیں ۔لیکن رغبت اور دلچسپی سے کوئی کام انجام دینا اور بات ہے اور اگر کوئی شخص یہ سمجھتا ہے یا اپنے انداز سے یہ ظاہر کرتا ہے کہ عورت ایک خادمہ کی طرح مرد کی خدمت کرے اور اسے اپنا فرض سمجھے تو یہ ایک الگ بات ہے۔ اسلام میں اس کی گنجائش نہیں ہے۔

گھر کا فریضہ اولیں ترجیح

بعض عورتیں بڑی مصروف ہیں، گھر کے باہر رہتی ہیں، آپریشن کرتی ہیں، اپنے مریضوں کو بھی دیکھتی ہیں، کسی علمی تحقیق میں بھی مصروف ہیں، کوئی پروجیکٹ تیار کر رہی ہیں، کسی یونیورسٹی میں لیکچر بھی دے رہی ہیں، یہ ساری سرگرمیاں اپنی جگہ بالکل درست ہیں لیکن گھر کے فرائض بھی نظر انداز نہیں کئے جانے چاہئے۔ البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ گھر کے کاموں کی کیفیت کو مقدار پر ترجیح دی جائے، یعنی اس کی مقدار کو کچھ کم کر دیا جائے۔ عورت کی چوبیس گھنٹہ گھر میں موجودگی کی بات الگ ہے۔ اگر ان چوبیس گھنٹوں میں سے کچھ گھنٹے کم ہو گئے ہیں لیکن (گھر کے اندر فرائض کی انجام دہی کی) کیفیت اعلیٰ درجے کی ہے تو یہ ایک الگ صورت حال ہوگی۔ اگر آپ نے دیکھا کہ آپ کے اس (باہر کے) کام سے اس مسئلے (یعنی گھر کے فرائض) پر منفی اثر پڑ رہا ہے تو آپ کو اس کا کوئی نہ کوئی حل نکالنا ہوگا۔ یہ بہت اہم اور بنیادی چیز ہے، سوائے کچھ ہنگامی صورتوں کے۔ تمام کاموں میں کچھ ایسی ہنگامی صورتیں ہوتی ہیں جو قاعدے اور ضابطے سے مستثنیٰ رکھی جاتی ہیں۔ عورتوں کا سب سے بڑا کام بچوں کی تربیت اور اہم میدانوں میں اترنے اور اعلیٰ مدارج پر فائز ہونے کے لئے شوہروں کی ہمت بندھانا اور حوصلہ افزائی کرنا ہے۔

بچوں کی تربیت، ایک اہم فریضہ

گھر اور کنبے کے اندر عورتوں کی ایک بڑی ذمہ داری بچوں کی تربیت کرنا ہے۔ جو عورتیں گھر کے باہر کی اپنی سرگرمیوں کی وجہ سے ماں بننے سے گریز کرتی ہیں وہ درحقیقت انسانی فطرت اور اپنے نسوانی مزاج کے خلاف کام کر رہی ہیں۔ اللہ اسے پسند نہیں کرتا۔ جو خواتین اپنے بچوں، ان کی تربیت، انہیں دودھ پلانے اور انہیں اپنی مہر آگیں آغوش میں لینے اور پرورش

کر کے انہیں پروان چڑھانے جیسے کاموں کو بعض ایسے امور کی وجہ سے ترک کر دیتی ہیں جن کی انجام دہی کا انحصار ان کی ذات پر نہیں ہے، وہ بہت بڑی غلطی کر رہی ہیں۔ بچوں کی پرورش کی بہترین روش یہ ہے کہ ان کی پرورش ماں کی آغوش میں اس کی مہر و الفت اور مامتا کی چھاؤں میں ہو۔ جو خواتین اپنے بچوں کو اس خداداد نعمت سے محروم کر دیتی ہیں، ان سے بہت بڑی غلطی سرزد ہو رہی ہے۔ ان کا یہ عمل ان کے بچوں کے لئے بھی نقصان دہ ہے، خود ان کے اپنے لئے بھی ضرر رساں ہے اور معاشرے کے لئے زیاں بار ثابت ہوتا ہے۔

اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا۔ عورت کا ایک اہم ترین فریضہ یہ ہے کہ بچوں کو اپنے جذبات کی گرمی سے، اپنی صحیح تربیت سے اور اپنی پوری توجہ اور دلجمعی کے ذریعے ایسا بنائیں کہ یہ بچہ جب بڑا ہو تو ذہنی اور نفسیاتی لحاظ سے ایک صحتمند انسان ہو، احساس کمتری سے دوچار نہ ہو، نفسیاتی پیچیدگیوں میں گرفتار نہ ہو، اس ذلت و بدبختی اور بے شمار مصیبتوں سے محفوظ رہے جن سے مغرب میں یورپ اور امریکا کی نوجوان نسلیں دوچار ہیں۔

مغربی ممالک میں خواتین چونکہ گھر اور بچوں کی تربیت پر توجہ نہیں دیتیں اس لئے ان مغربی معاشروں کا یہ عالم ہو گیا ہے کہ یورپی اور امریکی ممالک میں دسیوں لاکھ بدعنوان اور گمراہ نوخیز لڑکیاں اور لڑکے، اس مادہ پرست ثقافت، ان فلک بوس محلوں، ان ایٹمی چھاونیوں، سومنزلہ سے بھی زیادہ اونچی، آسمانوں سے سرگوشیاں کرتی عمارتوں میں دس سال بارہ سال کے سن سے بد عنوانیوں میں مبتلا ہو چکے ہوتے ہیں، چور بن چکے ہوتے ہیں، قاتل بن چکے ہوتے ہیں، اسمگلر بن چکے ہیں، نشہ کی لت میں پڑے ہوئے ہیں، سگریٹ پیتے ہیں، حشیش استعمال کرتے ہیں، اس کی وجہ کیا ہے؟ وجہ یہ ہے کہ مغربی عورت نے خاندان اور کنبے کی اہمیت و ارزش کو نہیں پہچانا، اس کی قدر نہیں کی۔

گل اور باغباں کی داستان

اسلام کے نقطہ نگاہ سے مرد کا فریضہ ہے کہ گھر میں عورت کا خیال بالکل ایسے رکھے جیسے نازک پھول کا خیال رکھا جاتا ہے۔ارشاد ہوتا ہے کہ

اَلْمَرْأَةُ رَيْحَانَةٌ

عورت ایک پھول ہے۔

اس (ہدایت) کا تعلق سیاسی، سماجی، تعلیمی اور دیگر میدانوں سے نہیں ہے۔اس کا تعلق گھر کے اندر کے ماحول سے ہے۔

اَلْمَرْأَةُ رَيْحَانَةٌ وَلَيْسَتْ بِقَهْرَمَانَةٍ[1]

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اس خطاب سے اس غلط نظریے اور نادرست طرز فکر پر خط بطلان کھینچ دیا جس کے مطابق عورت کو گھر کے اندر تمام کاموں کی انجام دہی کا پابند تصور کیا جاتا تھا۔عورت پھول ہے جس کا بہت خیال رکھا جانا چاہئے۔ پھول کے ساتھ زور زبردستی کیجئے تو وہ ایک لحظے میں بکھر کر رہ جاتا ہے۔لیکن اگر آپ نے پھول کی نزاکت کو سمجھا اور اس کے ساتھ نزاکت آمیز سلوک کیا تو وہ باعث زینت ہوگا، اپنا اثر دکھائے گا، اپنے محاسن ظاہر اور نمایاں کرے گا۔جسمانی اور جذباتی نزاکتوں والی اس مخلوق کو اس نظر سے دیکھنے کی ضرورت ہے۔ عورت میں اس زنانہ نزاکت کو محفوظ رکھا گیا ہے جس کے زیر اثر اس کے تمام جذبات، خصوصیات اور خواہشات ہوتی ہیں۔ اس سے یہ نہیں کہا گیا ہے کہ وہ عورت ہوتے ہوئے بھی مردوں کے انداز میں سوچے، مردوں کی مانند کام کرے، اپنی خواہشات مردوں کے مطابق بنائے۔یعنی

---

[1] الكافی (ط-الإسلامية) / ج5/ 510/ باب إكرام الزوجة..... ص: 509

عورت کے نسوانی انداز کو، جو اس کی ایک فطری اور قدرتی چیز ہے اور جو اس کے تمام جذبات اور سرگرمیوں کا محور بھی ہے، اسلامی طرز فکر میں ملحوظ رکھا گیا ہے۔ تاہم اس کے ساتھ ہی ساتھ علم کا میدان، روحانیت و معنویت کا میدان، تقوا و پرہیزگاری کا میدان اور سیاسی سرگرمیوں کا میدان اس کے لئے کھلا رکھا گیا ہے۔ یہی نہیں اسے ترغیب دلائی گئی ہے حصول علم کی ، اسی طرح گوناگوں سیاسی و سماجی میدانوں میں اترنے کی۔

گھر کے اندر مرد کو بھی یہ ہدایت کی گئی ہے کہ اسے جاہلانہ انداز میں اپنی طاقت کے استعمال، زیادہ روی، تحکمانہ روئے اور جبر و اکراہ کا کوئی حق نہیں ہے۔ یہ ہے اسلامی نقطہ نگاہ۔

وَلَيْسَتْ بِقَهْرَمَانَةٍ

یہاں فارسی والا قہرمان (چیمپین) مراد نہیں ہے، یہ عربی اصطلاح ہے جو در حقیقت فارسی سے لی گئی ہے۔ عربی میں قہرمان کے معنی ہیں کاموں کی انجام دہی پر مامور سینئر نوکر۔ یعنی مرد گھر میں عورت کو کاموں کی انجام دہی پر مامور نہ سمجھے۔ یہ خیال نہ کیا جائے کہ مرد مالک ہے اور گھر کے کام، بچوں کی نگہداشت وغیرہ کو اس نے ایک سینئر نوکر کے سپرد کر دیا ہے اور وہ سینئر نوکر اس کی بیوی ہے لہٰذا وہ اس کے ساتھ تحکمانہ برتاؤ کر سکتا ہے۔

گھروں میں عورتوں پر مظالم

اس وقت عالمی سطح پر عورتیں لامتناہی اور لاینحل مسائل سے دوچار ہیں۔ اس وقت دنیا میں عورتیں دو میدانوں میں شدید رنج و الم برداشت کر رہی ہیں۔ ان میں سے ایک ہے خاندان اور دوسرا میدان ہے سماج اور معاشرہ۔ یہ چیز یورپ اور امریکا میں اسی طرح ان ممالک میں ہے جنہوں نے انہیں اپنا آئیڈیل قرار دیا ہے۔ کہیں بہت زیادہ شدت نظر آتی ہے تو کہیں یہ شدت

کچھ کم ہے۔ گھر کے اندر عورت مظلوم ہے۔ یعنی شوہر گھر کے اندر واقعا بیویوں پر ظلم کرتے ہیں۔ اس ماحول میں گھر کے اندر عورتوں پر مردوں کا سب سے بڑا ظلم یہ ہے کہ مرد، عورت کو اپنی شریکہ حیات نہیں سمجھتا۔ اپنے تمام جذبات واحساسات کو عورت پر نثار نہیں کرتا۔ یہ مرد گھر کے باہر غیر اخلاقی حرکتوں، عیاشیوں اور شہوانی مشغلوں میں مصروف ہیں جبکہ گھر کے اندر ایک سرد مہری اور بے رخی کا انداز ہے جو کبھی کبھی بد اخلاقی اور زورزبردستی کی حد تک پہنچ جاتا ہے۔

سب سے اہم بات مرد اور عورت کا باہمی تعاون اور تال میل ہوتا ہے۔ انسان اپنی بیٹی کو معلوم نہیں کیسی کیسی زحمتیں گوارا کر کے پیار محبت سے بڑا کرتا ہے۔ وہ جوانی کی دہلیز پر قدم رکھتی جو ماں باپ کے گھر میں ہنوز بچی ہی شمار کی جاتی ہے، اس کے بعد شوہر کے گھر جاتی ہے جہاں اس سے یکبارگی یہ توقع ہو جاتی ہے کہ ہر بات سمجھے، ہر کام انجام دے اور ہر ہنر سے واقف ہو۔ اس سے ذرا سی غلطی ہوئی نہیں کہ چڑھائی کر دی جاتی ہے! یہ نہیں ہونا چاہئے۔

مرد نے اگر گھر میں مالکانہ اور تحکمانہ رویہ اپنایا، عورت کو خادمہ کی حیثیت سے دیکھا تو یہ اس کے ساتھ زیادتی اور ناانصافی ہے، جو بدقسمتی سے بہت سے مردوں کے ہاں پائی جاتی ہے۔ گھر کے باہر بھی یہی صورت حال ہے۔ اگر عورت کو تعلیم حاصل کرنے، کوئی کام انجام دینے اور بعض مواقع پر پیسے کمانے کے لئے محفوظ ماحول میسر نہ ہو تو یہ ظلم ہے، ناانصافی ہے۔ عورت کو اگر علم و معرفت حاصل کرنے کا موقع نہ دیا جائے تو اس کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے۔

اگر حالات ایسے ہوں کہ عورت مختلف کاموں اور گوناگوں ذمہ داریوں کے باعث تہذیب اخلاق، اپنے دین اور اپنے علم و معرفت کی جانب توجہ نہ دے سکے تو یہ اس کے ساتھ ظلم ہے۔ اگر عورت کو اس کی ذاتی اور نجی ملکیت اور اثاثے کے آزادانہ اور حسب منشاء استعمال کا موقع نہ دیا جائے تو یہ اس کے ساتھ زیادتی ہے۔ اگر شادی کے وقت عورت کے سر کسی مرد کو مڑھ دیا جائے یعنی خاوند کے انتخاب میں خود اس کا اپنا کوئی کردار نہ ہو اور اس کی خواہش اور مرضی کا خیال

نہ رکھا گیا ہوتو یہ سراسر ظلم اور نا انصافی ہے۔عورت جب (شوہر کے) گھر میں زندگی بسر کر رہی ہے اس وقت اسی طرح شوہر سے جدا ہو جانے کی صورت میں اگر بچوں کو پیار کرنے اور مامتا کے جذبے کی تسکین کا موقع نہ پائے تو یہ اس کے ساتھ زیادتی ہے۔ اگر عورت میں استعداد اور صلاحیت ہے مثلاً علمی صلاحیت سے مالا مال ہے، ایجادات اور نئی دریافتوں کی صلاحیت رکھتی ہے، سیاسی شعور رکھتی ہے، سماجی کاموں کی صلاحیت رکھتی ہے لیکن اسے اس کی استعداد کو استعمال کرنے اور اس پر نکھار لانے کا موقع نہیں دیا جا رہا ہے تو یہ اس کے ساتھ ظلم ہے۔

تیسرا باب

اسلامی ثقافت میں عورت کی منزلت

خاندان میں بچوں پر ماں کا حق زیادہ ہے اور ماں کے تعلق سے بچوں کے فرائض بھی زیادہ ہیں۔ البتہ اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالی نے کچھ لوگوں کو بعض دیگر افراد پر (بے سبب) ترجیح دے دی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عورتیں بہت زیادہ محنت و مشقت کرتی ہیں۔ یہ عدل الٰہی کا تقاضا ہے۔ جس کی زحمتیں زیادہ ہیں اس کا حق بھی زیادہ ہے۔ چونکہ (ماں) زیادہ مشقتیں برداشت کرتی ہے اس لئے اس کی قدر و منزلت بھی بالاتر ہے۔

اسلامی نقطہ نگاہ پر توجہ دینے کی ضرورت

جب دنیا کے فکری میدان پر نظر دوڑائی جاتی ہے اور پھر اسلامی نقطہ نگاہ کا جائزہ لیا جاتا ہے تو صاف صاف یہ محسوس ہوتا ہے کہ انسانی معاشرہ اسی وقت مرد و زن کے رابطے کے سلسلے میں مطلوبہ منزل اور نہج پر پہنچ سکتا ہے جب اسلامی نظریات کو بغیر کسی کمی و بیشی کے اور بغیر کسی افراط و تفریط کے سمجھا اور درک کیا جائے اور انہیں پیش کرنے کی کوشش کی جائے۔ اس وقت مادہ پرست تہذیبوں میں عورت کے سلسلے میں جو طرز عمل اختیار کیا گیا ہے اور جو سلسلہ چل رہا ہے وہ کسی صورت بھی قابل قبول نہیں ہے اور وہ عورت کے مفاد اور حق میں ہے نہ معاشرے کے فائدے میں۔

اسلام کی خواہش ہے کہ عورتوں کا فکری، علمی، سیاسی، سماجی اور سب سے بڑھ کر روحانی و معنوی نشوونما اپنی منزل کمال پر پہنچ جائے اور ان کا وجود انسانی معاشرے اور کنبے کے لئے، ایک اہم رکن کی حیثیت سے، آخری حد تک ثمر بخش اور مفید ثابت ہو۔ تمام اسلامی تعلیمات منجملہ مسئلہ حجاب کی بنیاد یہی ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالی جب اچھے اور برے انسانوں کی مثال دینا چاہتا ہے تو دونوں کے سلسلے میں عورت کا انتخاب کرتا ہے۔ ایک مثال زوجہ فرعون کی ہے اور دوسری مثال حضرت نوح و حضرت لوط علیہم السلام کی بیویوں کی ہے۔

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ ۘ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ

الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ⑪

اورخدانے مومنین (کی تسلی) کے لیے فرعون کی بیوی (آسیہ) کی مثال بیان فرمائی ہے کہ جب اس نے دعا کی پروردگارا میرے لیے اپنے یہاں بہشت میں ایک گھر بنا اور مجھے فرعون اور اس کی کارستانی سے نجات دے اور مجھے ظالم لوگوں (کے ہاتھ) سے چھٹکارا عطا فرما۔ [1]

اس کے مقابلے میں برے، نگوں بخت، منحرف اور غلط سمت میں بڑھنے والے انسان کی مثال کے طور پر حضرت نوح اور حضرت لوط کی ازواج کو پیش کرتا ہے۔ یہاں سوال یہ اٹھتا ہے کہ مرد بھی موجود تھے، ایک مثال مرد کی دے دی ہوتی اور ایک مثال عورت کی دی ہوتی۔لیکن نہیں، پورے قرآن میں جب بھی ارشاد ہوتا ہے کہ

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا

یا

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا

تو دونوں کی مثال عورتوں کے ذریعے پیش کی جاتی ہے۔

عورت کے سلسلے میں اسلام کا طرز سلوک

عورت کے ساتھ اسلام اور اسلامی جمہوری نظام کا سلوک مودبانہ اور محترمانہ ہے، خیر اندیشانہ، دانشمندانہ اور توقیر آمیز ہے۔ یہ مرد و زن دونوں کے حق میں ہے۔ اسلام مرد و زن دونوں کے سلسلے میں اسی طرح تمام مخلوقات کے تعلق سے حقیقت پسندانہ اور حقیقی و بنیادی

---

[1] سورۂ تحریم:١١

ضرورتوں اور مزاج و فطرت سے ہم آہنگ انداز اختیار کرتا ہے۔ یعنی کسی سے بھی قوت و توانائی سے زیادہ اور اس کو عطا کردہ وسائل سے بڑھ کر کوئی توقع نہیں رکھتا۔ عورت کے سلسلے میں اسلامی نقطہ نگاہ کو سمجھنے کے لئے اس کا تین زاویوں سے جائزہ لیا جا سکتا ہے۔

اول:

ایک انسان ہونے کی حیثیت سے روحانی و معنوی کمالات کی راہ میں اس کا کردار؛ اس زاویے سے مرد اور عورت میں کوئی فرق نہیں ہے۔ تاریخ میں جس طرح بہت سے باعظمت مرد گزرے ہیں، بہت سی عظیم اور نمایاں کردار کی حامل خواتین بھی گزری ہیں۔

دوم:

سماجی، سیاسی، علمی اور معاشی سرگرمیاں؛ اسلام کے نقطہ نگاہ سے عورتوں کے لئے علمی، اقتصادی اور سیاسی فعالیت اور سرگرمیوں کا دروازہ پوری طرح کھلا ہوا ہے۔ اگر کوئی اسلامی نقطہ نگاہ کا حوالہ دے کر عورت کو علمی سرگرمیوں سے محروم کرنے کی کوشش کر رہا ہے، اقتصادی فعالیت سے دور رکھنے کے درپے ہے یا سیاسی و سماجی امور سے لاتعلق رکھنے پر مصر ہے تو وہ درحقیقت حکم خدا کے خلاف عمل کر رہا ہے۔ عورتیں، جہاں تک ان کی ضروریات و احتیاج کا تقاضا ہو اور جسمانی توانائی جس حد تک اجازت دے، سرگرمیاں انجام دے سکتی ہیں۔ جتنا ممکن ہو وہ سیاسی و معاشی و سماجی امور انجام دیں، شریعت اسلامی میں اس کی ہرگز مناہی نہیں ہے۔ البتہ چونکہ جسمانی ساخت کے لحاظ سے عورت مرد سے نازک ہوتی ہے لہٰذا اس کے اپنے کچھ تقاضے ہوتے ہیں۔ عورت پر طاقت فرسا کام مسلط کر دینا اس کے ساتھ زیادتی ہے، اسلام اس کا مشورہ ہرگز نہیں دیتا۔ البتہ اس نے (عورت کو) روکا بھی نہیں ہے۔ حضرت امیر المومنین علیہ الصلاۃ والسلام سے منقول ہے کہ آپ فرماتے ہیں:

الْمَرْأَةُ رَيْحَانَةٌ وَلَيْسَتْ بِقَهْرَمَانَةٍ [1]

یعنی عورت پھول کی مانند ہے "قہرمان" نہیں۔

"قہرمان" یعنی باعزت پیش کار اور خدمت گار۔ آپ مردوں کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں: عورتیں تمہارے گھروں میں گل لطیف کی مانند ہیں ان کے ساتھ بڑی ظرافت اور توجہ سے پیش آؤ۔ عورت آپ کی خادمہ اور پیش کار نہیں ہے کہ آپ سخت اور طاقت فرسا کام اس کے سر مڑھ دیں۔ یہ بہت اہم بات ہے۔

یہ جو بعض افراد شادی سے پہلے شرط رکھ دیتے ہیں کہ عورت ملازمت پیشہ ہو، اس کی اپنی آمدنی اور کمائی ہو، بالکل غلط ہے۔ البتہ خلاف شریعت تو نہیں ہے لیکن اسلام اس چیز کا مشورہ ہرگز نہیں دیتا۔ اسلام نے ایسی کوئی بات نہیں کہی ہے جس کو اساس بنا کر ہم عورت کو معاشی اور سماجی سرگرمیوں میں حصہ لینے سے روک دیں لیکن دوسری طرف اسلام نے یہ بھی نہیں کہا ہے کہ عورت کو محنت شاقہ اور طاقت فرسائی کی متقاضی سیاسی و سماجی و معاشی سرگرمیوں میں لگا دیا جائے۔

اسلام کا نظریہ اعتدال پسندانہ ہے۔ یعنی عورت کے پاس اگر فرصت ہے، بچوں کی پرورش اس کی راہ میں حائل نہیں ہو رہی ہے، اس میں شوق و دلچسپی اور جسمانی طاقت و توانائی بھی ہے اور وہ سماجی، سیاسی اور معاشی امور میں حصہ لینا چاہتی ہے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ لیکن یہ کہ اسے مجبور کر دیا جائے اور اسے حکم دیا جائے کہ جاؤ جیسے بھی ممکن ہو روزگار تلاش کرو اور یومیہ اتنا کام کرو تا کہ اس آمدنی سے گھر کے خرچ کا کچھ بوجھ تم اٹھاؤ، تو یہ مناسب نہیں ہے۔ اسلام نے عورت کو ہرگز اس کا حکم نہیں دیا ہے۔ اسے عورت کے ساتھ ایک طرح کی زیادتی قرار دیتا ہے۔

میں خاندانوں سے یہ سفارش کروں گا کہ وہ اپنی لڑکیوں کو اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کا

---

[1] الكافي (ط-الإسلامية) / ج5/510/ باب إكرام الزوجة..... ص: 509

موقع دیں۔ یہ نہ ہو کہ کوئی ماں باپ دینداری کے جذبے کے نام پر اپنی لڑکی کو اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے سے روک دیں! نہیں، دین نے ہرگز یہ بات نہیں کہی ہے۔ دین کی نظر میں تعلیم کے لحاظ سے لڑکے اور لڑکی میں کوئی فرق ہی نہیں ہے۔ اگر لڑکا اعلیٰ تعلیم حاصل کرتا ہے تو لڑکی بھی اعلیٰ تعلیم حاصل کر سکتی ہے۔ نوجوان لڑکیوں کو چاہئے کہ تعلیم حاصل کریں، علم کی منزلیں طے کریں، معلومات میں اضافہ کریں۔ اپنی اہمیت اور مقام و منزلت سے آگاہ ہوں اور اپنی قدر و قیمت کو سمجھیں، تاکہ انہیں یہ پتہ چلے کہ عورت کے سلسلے میں عالمی استکبار کے پروپیگنڈے کتنے کھوکھلے اور بے بنیاد ہیں۔ تعلیم کے ذریعے ان چیزوں کو سمجھا جاسکتا ہے۔

سوم:

عورت کو خاندان اور کنبے کی ایک رکن کی حیثیت سے دیکھنا۔ یہ سب سے اہم اور با ارزش ہے۔ اسلام میں مرد کو یہ اجازت نہیں ہے کہ عورت سے جبر و اکراہ کا برتاؤ کرے اور اس پر کوئی چیز مسلط کر دے۔ خاندان کے اندر مرد کے لئے محدود حقوق رکھے گئے ہیں جو در حقیقت بڑی حکمت آمیز بات ہے۔ یہ حقوق جس کے سامنے بھی رکھے اور بیان کئے جائیں، وہ اس کی حمایت او تائید کرے گا۔ اسی طرح عورت کے لئے بھی خاندان کے اندر کچھ حقوق رکھے گئے ہیں اور ان میں بھی بڑی مصلحت اندیشی پوشیدہ ہے۔

مرد و زن دونوں کے اپنے مخصوص جذبات، مزاج، اخلاق اور خواہشات ہیں۔ وہ دونوں اگر اپنے اپنے جذبات اور خواہشات کے مطابق صحیح طور پر عمل کریں تو گھر میں بڑا اچھا ہم آہنگ اور ایک دوسرے کے لئے سازگار جوڑا وجود میں آ جائے گا۔ اگر مرد زیادتی کرتا ہے تو توازن بگڑ جاتا ہے، اسی طرح عورت کوئی زیادتی کرے تو اس سے بھی توازن ختم ہو جاتا ہے۔ اسلام گھر کے اندر مرد اور عورت کو دروازے کے دو پلوں، چہرے کی دو آنکھوں، محاذ زندگی کے دو مجاہدوں اور ایک دوکان میں کام کرنے والے دو رفقائے کار کی حیثیت سے دیکھتا ہے۔ ان میں

ہر ایک کا اپنا مزاج، اپنی خصوصیات، اپنی خصلتیں ہیں۔جسمانی لحاظ سے بھی، روحانی لحاظ سے بھی ،فکری لحاظ سے بھی اوجذبات وخواہشات کے اعتبار سے بھی۔ یہ دونوں صنفیں اگر ان حدود اور معیاروں کی پابندی کرتے ہوئے جس کا تعین اسلام نے کیا ہے ایک ساتھ زندگی بسر کریں تو ایک مضبوط،مہربان، بابرکت اور انتہائی کارآمد کنبہ معرض وجود میں آئے گا۔

اسلام ان مردوں کو جو اپنی جسمانی یا مالیاتی قوت کے بلبوتے پر عورتوں سے اپنی خدمت لیا کرتے تھے، عورتوں کو بسا اوقات اہانت اور تحقیر کا نشانہ بناتے تھے، ان کی حدود دکھائیں اور عورت کو اس کی حقیقی منزلت پر پہنچایا اور بعض چیزوں کے لحاظ سے اسے مرد کے برابر قرار دیا۔

اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآىِٕمِيْنَ وَالصّٰٓىِٕمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ ۙ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۳۵﴾ [1]

(دل لگا کے سُنو) مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور ایمان دار مرد اور ایمان دار عورتیں اور فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں اور راستباز مرد اور راستباز عورتیں اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں اور فروتنی کرنے والے مرد اور فروتنی کرنے والی عورتیں اور خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں اور روزہ دار مرد اور روزہ دار عورتیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور خدا کی بکثرت یاد کرنے والے مرد اور یاد کرنے

---

[1] سورۂ احزاب:۳۵

والی عورتیں بے شک ان سب لوگوں کے واسطے خدا نے مغفرت اور بڑا (بڑا) ثواب مہیّا کرر کھا ہے۔

معلوم ہوا کہ اسلام میں یہ تمام معنوی و روحانی مقامات اور اعلیٰ انسانی درجات مرد اور عورت کے درمیان مساوی طور پر تقسیم کئے گئے ہیں۔ اس لحاظ سے عورتیں بھی مردوں کے برابر ہیں۔ جو بھی اللہ کے لئے کام کرے گا "من ذکراوانثی" خواہ وہ مرد ہو کہ عورت

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٩٧﴾

مرد ہو یا عورت جو شخص نیک کام کرے گا اور وہ ایماندار بھی ہو ہم اسے (دنیا میں بھی) پاک و پاکیزہ زندگی بسر کرائیں گے، اور (آخرت میں بھی) جو کچھ وہ کرتے تھے اس کا اچھے سے اچھا اجر و ثواب عطا فرمائیں گے۔ [1]

اسلام نے بعض مقامات پر عورتوں کو مردوں پر ترجیح تک دی ہے۔ مثال کے طور پر ایک مرد اور ایک عورت کسی بچے کے ماں باپ ہیں اور یہ بچہ دونوں کا ہے لیکن اولاد کے لئے ماں کی خدمت کرنا زیادہ لازمی قرار دیا گیا ہے۔ اولاد کی گردن پر ماں کا حق زیادہ ہے اور ماں کے تعلق سے اولاد کے فرائض زیادہ سنگین ہیں۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سوال کے جواب میں کہ

"من ابر"

میں کس کے ساتھ بھلائی اور نیکی کروں؟

فرمایا ہے:

"امك"

[1] سورۂ نحل: ۹۷

یعنی اپنی ماں کے ساتھ۔

آپ نے دوبارہ اس کی تکرار کی اور تیسری بار بھی یہی جملہ دہرایا۔ جب پوچھنے والے نے چوتھی دفعہ یہی سوال کیا تب آپ نے فرمایا

"اباکَ"

یعنی اپنے باپ کے ساتھ۔

بنابریں خاندان میں بچوں پر ماں کا حق زیادہ ہے اور ماں کے تعلق سے بچوں کے فرائض بھی زیادہ ہیں۔ البتہ اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالی نے کچھ لوگوں کو بعض دیگر افراد پر (بے سبب) ترجیح دے دی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عورتیں بہت زیادہ محنت و مشقت کرتی ہیں۔ یہ عدل الہٰی کا تقاضا ہے۔ جس کی زحمتیں زیادہ ہیں اس کا حق بھی زیادہ ہے۔ چونکہ (ماں) زیادہ مشقتیں برداشت کرتی ہے اس لئے اس کی قدر و منزلت بھی بالاتر ہے۔

یہ سب عدل و انصاف کا تقاضا ہے۔ مالیاتی امور میں، کنبے کے حق کے سلسلے میں، خاندان کی سرپرستی کے سلسلے میں اور گھر کے امور کو چلانے کے تعلق سے اسلام کی روش بڑی متوازن روش ہے۔ ان امور میں بھی اسلامی قانون نے ایسا بندوبست کیا ہے کہ مرد یا عورت کسی پر بھی ذرہ برابر ظلم و زیادتی نہ ہو۔ اس نے مردوں کے حقوق بھی معین کر دئے ہیں اور عورتوں کے حقوق بھی نشاندہی کر دی ہے۔ ایک چیز مرد کے پلڑے میں ڈالی ہے تو دوسری چیز عورت کے پلڑے میں رکھی ہے۔ جو لوگ صاحب نظر ہیں اگر وہ غور کرتے ہیں تو ان حقائق کو باقاعدہ محسوس بھی کرتے ہیں اور انہوں نے کتابوں میں یہ چیزیں لکھی بھی ہیں۔

اسلام کی نظر میں جنس یعنی مرد یا عورت ہونا موضوع بحث نہیں بلکہ ارتقاء انسانی پر گفتگو کی گئی ہے، اخلاق انسانی کو موضوع گفتگو بنایا گیا ہے، صلاحیتوں کو نکھارنے کی بات کی گئی ہے، ان فرائض کی بات کی گئی ہے جن کا تعلق کسی بھی جنس سے ہوسکتا ہے۔ البتہ اس کے لئے مزاج سے

آشنائی ضروری ہے۔ اسلام مرد اور عورت دونوں کے مزاج کو بخوبی پہچانتا ہے۔ اسلام کی نظر میں سب سے اہم ہے توازن کا برقرار رہنا، یعنی انسانوں بشمول مرد و زن، کے درمیان عدل و انصاف کی مکمل پابندی۔ حقوق کی برابری موضوع گفتگو ہے۔

البتہ یہ ممکن ہے کہ بعض مقامات پر عورتوں اور مردوں کے سلسلے میں احکام مختلف ہوں۔ بالکل اسی طرح، جس طرح عورت اور مرد کے مزاج بعض خصوصیات کے لحاظ سے مختلف ہوتے ہیں۔ اسلامی تعلیمات میں مرد اور عورت سے متعلق زیادہ سے زیادہ حقائق فطری خصائل اور طینت اور نفسیات کو دیکھا جا سکتا ہے۔

اسلامی معاشرہ اور عورت

اسلامی جمہوریہ ایران میں عورت سے توقع یہ ہوتی ہے کہ وہ عالمہ ہو، سیاسی شعور رکھتی ہو، سماجی سرگرمیاں انجام دے، تمام شعبوں میں سرگرم عمل ہو۔ گھر میں مالکہ کا رول ادا کرے، شوہر اور بچوں کی نگہداشت اور اولاد کی تربیت کا ذمہ سنبھالے۔ گھر کے باہر عفت و طہارت و پاکدامنی کا مظہر ہو۔ ایران کے معاشرے میں اسلامی نظام ایسی عورتوں کو دیکھنا چاہتا ہے۔ یعنی عورت گھر کے اندر بچوں کی پرورش کرنے والی اور شوہر کے لئے سکون و چین کا سامان فراہم کرنے والی اور شوہر کے وجود سے سکون حاصل کرنے والی ہو، گھر کے باہر کی فضا میں اپنی پاکدامنی و عفت کی حفاظت کرتے ہوئے تمام سیاسی، علمی، سماجی اور دیگر شعبوں میں موجود رہے۔ اگر یہ ہدف پورا کرنا ہے تو اس کی اولیں شرط حجاب ہے۔ حجاب کے بغیر یہ ممکن نہیں ہے۔ حجاب کے بغیر عورت وہ بے فکری اور اطمینان خاطر حاصل نہیں کر سکتی جس کے ذریعے وہ ان منزلوں کو طے کر سکے۔

اسلامی معاشرے میں اور مسلمانوں کی زندگی کے اصلی بہاؤ میں مسلمان عورت کی خاص حرمت و وقار ہے اور اس کا مظہر حجاب ہے۔ جو (خاتون) حجاب میں ملبوس رہتی ہے، اس کا احترام کیا جاتا ہے۔ قدیم زمانے میں بھی وہ عورتیں زیادہ معزز اور قابل احترام ہوتی تھیں جو با حجاب رہتی تھیں۔ حجاب وقار کی علامت ہے۔ حجاب پہننے والی خواتین کا خاص احترام کیا جاتا ہے۔ اسلام تمام عورتوں کے لئے اسی حرمت و عزت کا خواہاں ہے۔

اسلامی حدود

سماجی سرگرمیوں کے سلسلے میں اسلام نے کچھ حدود معین کی ہیں جن کا تعلق عورت یا اس کی سرگرمیوں کی اجازت سے نہیں ہے بلکہ یہ مرد اور عورت کے اختلاط سے سے مربوط ہیں۔ اسلام اس سلسلے میں بہت محتاط ہے۔ اسلام کا کہنا ہے کہ ہر جگہ اور ہر مقام پر، سڑک پر، ادارے کے اندر، دوکان کے اندر مرد اور عورت کے مابین ایک حد بندی ہونی چاہئے۔ مسلمان مرد و عورت کے بیچ حجاب اور ایک معینہ حد بندی رکھی گئی ہے۔ عورت اور مرد کا ملنا جلنا، مردوں کے آپسی اختلاط اور عورتوں کے باہمی اختلاط کی مانند نہیں ہے۔ اس بات کو ملحوظ رکھنا چاہئے۔ مرد بھی اس کا لحاظ کریں اور عورتیں بھی اس کی پابند رہیں۔ مرد اور عورت کے روابط اور ملنے جلنے کے سلسلے میں اگر اس احتیاط کو ملحوظ رکھا جائے تو سماجی میدان میں جو کام اور جو امور مرد انجام دیتے ہیں عورتیں بھی، اگر ان کے پاس جسمانی توانائی دلچسپی اور فرصت ہے، انجام دے سکتی ہیں۔

کامل نمونہ

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا چھے سات سال کی تھیں کہ شعب ابوطالب کا مرحلہ

درپیش ہوا۔ صدر اسلام کی تاریخ میں شعب ابو طالب بے حد سخت اور دشوار دور تھا۔ یعنی پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تبلیغ دین شروع ہو چکی تھی، آپ نے اپنی نبوت کا اعلان کر دیا تھا۔ رفتہ رفتہ اہل مکہ بالخصوص نوجوان اور غلام، حضرت کے گرویدہ ہوتے جا رہے تھے اور اکابرین طاغوت کو محسوس ہونے لگا تھا کہ ان کے پاس سوائے اس کے کوئی چارہ نہیں کہ پیغمبر اور ان کے ارد گرد جمع افراد کو مکے سے باہر نکال دیا جائے۔ انہوں نے ایسا ہی کیا بھی۔ ان میں سے بہتوں کو جن میں درجنوں خاندان شامل تھے خود پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے قریبی رشتہ دار، خود حضرت ابوطالب علیہ السلام جبکہ حضرت ابوطالب علیہ السلام کا شمار بزرگوں میں کیا جاتا تھا، بچے اور بوڑھے شامل تھے۔ سب کو مکے سے باہر نکال دیا۔

حضرت ابوطالب علیہ السلام کے پاس ایک چھوٹا پہاڑی درہ تھا۔ کہہ دیا گیا کہ آپ لوگ وہیں چلے جائیں۔ مکہ میں دن میں تو دھوپ کی شکل میں آگ برستی تھی لیکن رات کو کڑاکے کی سردی پڑتی تھی۔ یعنی موسم ناقابل برداشت تھا۔ ان لوگوں نے اس بیابان میں تین سال کاٹ دیئے۔ کتنی سختیاں برداشت کیں اور بھوک کی شدت جھیلی! پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کا ایک انتہائی سخت دور یہی تھا۔ اس عرصے میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذمہ داری صرف لوگوں کی ہدایت و رہنمائی نہیں تھی بلکہ انہیں سختیاں جھیلنے والے ان افراد کے سامنے بھی اپنے مشن کا دفاع کرنا تھا (کہ اس کے لئے اتنی سختیاں برداشت کرنا کوئی بڑی بات نہیں ہے)۔ ان دنوں جب پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انتہائی سخت حالات سے دوچار تھے حضرت ابوطالب، جو پیغمبر کے مددگار تھے اور ان سے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امیدیں وابستہ تھیں، اسی طرح حضرت خدیجہ کبریٰ سلام اللہ علیہا جو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک اور بہت بڑی یاور و مددگار تھیں ایک ہفتے کے اندر دونوں دنیا سے رخصت ہو گئے۔! یہ بڑا عجیب سانحہ ہے، پیغمبر بالکل بے سہارا اور تنہا ہو گئے۔

فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے ایک مشیر اور ایک ماں کا کردار ادا کیا پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

لئے ۔یہی وجہ تھی کہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے سلسلے کہا گیا کہ آپ :

"ام ابیھا"

یعنی اپنے والد کی ماں ہیں ۔

یہ اسی وقت کی بات ہے ۔یعنی ایک چھے سات سال کی بچی کا یہ کردار تھا۔ البتہ یہ بھی ہے کہ عرب ماحول میں اور گرم علاقوں میں لڑکیوں کا جسمانی اور ذہنی نشوونما تیزی سے ہوتا ہے اس لحاظ سے آج کی دس بارہ سالہ لڑکی کے برابر رہی ہوں گی ۔تو یہ احساس ذمہ داری اور فرض شناسی ہے ۔

کیا ایک نوجوان لڑکی کے لئے یہ چیز نمونہ عمل اور درس نہیں ہے کہ وہ اپنے اردگرد کے مسائل کے تعلق سے جلد ہی اپنی ذمہ داری کا احساس کرے، اپنے وجود میں پنہاں جوش ونشاط کے اس خزانے کو بروئے کار لاتے ہوئے باپ کے چہرے سے جو اس وقت غالبا پچاس سال کا ہو چکا ہے اور بڑھاپے کی سمت گامزن ہے غم و غصے کے غبار کو جھاڑے، یہ ایک نوجوان لڑکی کے لئے کیا بہترین نمونہ نہیں ہے؟

دوسرا نمونہ ہے شوہر کے تعلق سے اپنے فرائض کی ادائیگی کا ہے ۔بعض اوقات لوگ یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ شوہر کے حقوق ادا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ عورت باورچی خانہ سنبھالے، کھانا پکائے، کمرے کی صفائی ستھرائی کرے، بستر بچھائے اور گاؤ تکیہ لگائے کہ شوہر نامدار دفتر یا دکان سے آرہے ہوں گے!

اسی کو شوہر کے حقوق کی ادائیگی نہیں کہتے ۔

آپ جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کو دیکھئے کہ کس انداز سے شوہر کے تعلق سے اپنے فرائض ادا کر رہی ہیں ۔پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ میں دس برس گزارے ان میں نو برس وہ تھے جن میں حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا اور امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے شوہر اور زوجہ کی

حیثیت سے ایک ساتھ زندگی گزاری۔ ان نو برسوں میں جن چھوٹی بڑی جنگوں کا ذکر کیا گیا ہے وہ تقریباً ساٹھ جنگیں ہیں۔ ان میں اکثر و بیشتر جنگوں میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے شرکت کی۔

اب آپ غور کیجئے حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا گھر میں موجود ہیں اور آپ کے شوہر مسلسل محاذ جنگ سنبھالے ہوئے ہیں۔ کیونکہ آپ کے وجود پر محاذ جنگ کی مضبوطی کا دار و مدار تھا، آپ نہ ہوتے تو محاذ کمزور پڑ جاتا۔ گھر کی مالی حالت بھی اچھی نہیں ہے، بلکہ حقیقت میں آپ کی زندگی غربت وعسرت وتنگدستی میں گزر رہی تھی۔ جبکہ آپ قائد ملت کی دختر گرامی ہیں، پیغمبر کی لخت جگر ہیں اور آپ کے اندر ایک احساس ذمہ داری اور فرض شناسی بھی موجود ہے۔

بے حد مضبوط اعصاب اور قوی جذبات کی ضرورت ہے کہ انسان اپنے شوہر کو آمادہ کرے، اس کے ذہن و دل کو گھر کے مسائل و مشکلات اور بال بچوں کی فکر سے آزاد اور مطمئن رکھے، اس کی حوصلہ افزائی کرے اور بچوں کی ایسی مثالی تربیت کرے جیسی صدیقہ طاہرہ سلام اللہ علیہا نے کی۔ آپ خود کہئے! حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین علیہما السلام تو امام تھے اور سرشت و طینت امام رکھتے تھے لیکن حضرت زینب سلام اللہ علیہا تو امام نہیں تھیں۔ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے انہی نو برسوں میں آپ کی تربیت کی تھی۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد تو آپ زیادہ دن زندہ بھی نہیں رہیں۔

اس انداز سے گھر چلایا، اس انداز سے شوہر کے تئیں اپنے فرائض ادا کئے اور اس انداز سے گھر کی مالکہ کا کردار ادا کیا کہ تاریخ میں پائیدار خاندانی زندگی کا محور قرار پائیں۔ کیا یہ نوجوان لڑکی، گھریلو عورت یا گھریلو زندگی شروع کرنے جارہی خاتون کے لئے آپ اسوہ حسنہ نہیں ہیں؟ یہ بڑی اہم باتیں ہیں۔

عورت کا ملکوتی مرتبہ

چودہ سو سال سے بھی پہلے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ایسی بیٹی کی تربیت کی کہ یہ دختر نیک اختر لیاقت و شائستگی کی اس منزل پر پہنچ گئی کہ خدا کا رسول اس کے ہاتھوں کے بوسے لیتا ہے! حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے ہاتھوں پر پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بوسے کو جذباتی مسئلے پر ہرگز محمول نہ کیجئے۔ یہ سوچنا کہ چونہ وہ آپ کی بیٹی تھیں اور آپ کو ان سے بڑی محبت وانسیت تھی لہٰذا آپ ان کے ہاتھوں کو بوسہ دیتے تھے، بالکل غلط اور سطحی فکر ہے۔

اس بے مثال اور گراں قدر شخصیت کا مالک اور زیور عدل وحکمت سے آراستہ پیغمبر کہ جس کے افعال واقوال کا دارو مدار وحی والہام پر ہے، بھلا کیسے ممکن ہے کہ جھکے اور اپنی بیٹی کے ہاتھ چومے؟ یہ نہیں ہوسکتا، یہاں مسئلہ کچھ اور ہے، یہ ماجرا ہی کچھ اور ہے، یہ اس بات کی علامت ہے کہ یہ دختر نیک اختر یہ خاتون جس کی دنیا سے رخصت کے وقت عمر اٹھارہ سے پچیس سال کے درمیان تھی، درحقیقت انسان کی ملکوتی بلندیوں پر فائز تھی اور ایک غیر معمولی ہستی کی مالک تھی۔ یہ ہے عورت کے سلسلے میں اسلام کا نقطہ نگاہ۔

اسلامی قوانین میں عورت کی حمایت

خاندان کے سلسلے میں اسلام کے احکامات اتنے درخشاں اور قابل فخر ہیں کہ انسان ان اسلامی احکام کا مشاہدہ کر کے عزت و وقار کا احساس کرتا ہے۔ خاندان اور کنبے کی تشکیل کے بالکل ابتدائی مرحلے میں شریک زندگی کے انتخاب کے سلسلے میں اسلام کے جو قوانین اور احکامات ہیں وہ عورت کے لئے مددگار ہیں۔ چونکہ بعض مرد، عورتوں کے ساتھ ظلم و جارحیت و زیادتی کرتے تھے اور سختی سے پیش آتے تھے اس لئے اسلام نے اس ظلم اور اس زیادتی پر روک لگائی۔

جب ایک کنبہ تشکیل پاتا ہے تو اسلام کا کہنا یہ ہے کہ کنبے کے اندر شوہر او زوجہ ایک دوسرے کے شریک زندگی ہیں، انہیں ایک دوسرے سے محبت آمیز برتاؤ کرنا چاہئے۔ مرد کو کوئی حق نہیں کہ وہ بیوی کے ساتھ زیادتی کرے اور اس پر جبر کرے، اسی طرح عورت کو بھی حق نہیں ہے کہ مرد کے ساتھ زیادتی کرے۔ کنبے اور خاندان کے اندر مرد اور عورت کے تعلقات اور روابط کے سلسلے میں اسلامی احکامات اور ضوابط بڑی ظرافت اور باریک بینی کے ساتھ معین کئے گئے ہیں۔

اللہ تعالی نے عورت اور مرد کے مزاج کو بنیاد بنا کر، اسلامی معاشرے کے مفادات کی مناسبت سے اور مرد اور عورت کی بھلائی اور اچھائی کے مطابق ان اصولوں، ضوابط اور احکامات کا تعین فرمایا ہے۔ مرد کو صرف چند امور میں یہ حق ہے کہ عورت کو حکم دے اور عورت پر لازم ہے کہ اس حکم کی تعمیل کرے۔ مرد کو یہ حق ہے کہ عورت کو بغیر اجازت گھر سے باہر جانے سے روک دے، البتہ اس کے لئے ضروری ہے کہ عقد کے موقع پر اس سلسلے میں کوئی شرط نہ رکھ دی گئی ہو۔ اگر کوئی شرط نہیں رکھی گئی ہے تو مرد کو یہ حق ہے کہ روک دے۔

یہ درحقیقت احکام الٰہی کے بے حد ظریف اسرار میں سے ایک ہے۔ یہ حق صرف شوہر کو دیا گیا ہے، حتی باپ کو بھی یہ حق نہیں دیا گیا ہے۔ باپ اپنی بیٹی کو اس کا پابند نہیں کر سکتا کہ جب بھی وہ باہر جانا چاہے تو پہلے اس سے اجازت حاصل کرے۔ والد کو یہ حق نہیں دیا گیا ہے۔ اسی طرح بھائی کو بھی اپنی بہن کے سلسلے میں یہ حق حاصل نہیں ہے۔ لیکن شوہر کو زوجہ کے سلسلے میں یہ حق حاصل ہے۔ البتہ عورتوں کو یہ حق ہے کہ وہ نکاح کے وقت شرط عقد کے طور پر کچھ شرطیں رکھوا لیں۔

دو ثقافتوں کا ٹکراؤ

یہ اسلامی ثقافت نہیں ہے جسے اپنے موقف کا دفاع کرنا ہے، دفاع تو مغرب کی انحطاط پذیر ثقافت کو کرنا چاہئے۔ عورتوں کے سامنے جو بات ہم پیش کرتے ہیں اس کا کوئی بھی باشعور اور منصف مزاج انسان منکر نہیں ہو سکتا۔ ہم عورت کو عفت، عصمت، حجاب، مرد و زن کی حد سے زیادہ آمیزش سے اجتناب، انسانی وقار کی حفاظت، غیر مردوں کے سامنے سجنے سنورنے سے گریز کی دعوت دیتے ہیں۔

کیا یہ بری چیزیں ہیں؟

یہ تو مسلمان عورت کے وقار کی ضمانت ہے، یہ عورت کے عز و شرف کی بات ہے۔

جو لوگ عورت کو اس انداز کے میک اپ کی ترغیب دلاتے ہیں کہ گلی کوچے کے لوگ اسے ہوسناک نظروں سے دیکھیں، انہیں اپنے اس نظرئے کا دفاع کرنا چاہئے کہ انہوں نے عورت کو اتنا کیوں گرا دیا ہے اور اس کی اس انداز سے تذلیل کیوں کر رہے ہیں؟! ان کو اس کا جواب دینا چاہئے۔ ہماری ثقافت تو ایسی ثقافت ہے جسے مغرب کے بھی باشعور افراد اور اچھے انسان پسند کرتے ہیں اور اسی انداز سے زندگی گزارتے ہیں۔ وہاں بھی باعفت و پاکیزہ صفت خواتین اور وہ عورتیں جو اپنی شخصیت کو اہمیت دیتی ہیں کبھی بھی غیروں کی ہوسناک نگاہوں کی تسکین کا ذریعہ بننا پسند نہیں کرتیں۔

مغربی ثقافت کٹہرے میں

عورت کے مسئلے میں مغربی ثقافت کا سختی سے مقابلہ کرنا چاہئے۔ یہ ایک واجب عمل کا درجہ رکھتا ہے۔ مغرب عورتوں کی توہین و تذلیل کر رہا ہے۔ عورت کو اس کے مقام و مرتبے سے

نیچے گرارہا ہے۔ان کی یہ بات سراسر جھوٹ ہے کہ" ہم تو دونوں صنفوں کو مساوی اور برابر سمجھتے ہیں" ہرگز ایسا نہیں ہے۔ یہ ایک طرح کا فریب اور سیاسی وثقافتی حربہ ہے۔اس طرز عمل کے ذریعے عورت کے ساتھ دھوکہ کیا جارہا ہے،خیانت کی جارہی ہے۔

اسلام کا کہنا ہے کہ عورت مناسب لباس اور حجاب کے ذریعے اپنے وقاراوراپنے عزو شرف کی حفاظت کرتی ہے،خودکواس (گھٹیااور پست) منزل سے بلندتر کرتی ہے جہاں دنیا کے بے راہرومرد اسے پہنچانا چاہتے ہیں، یہ بے راہرومرد ہرزمانے اور ہرعلاقے میں پائے جاتے رہے ہیں۔قرآن میں عورتوں سے کہا گیاہے کہ

فَلَا تَخۡضَعۡنَ بِالۡقَوۡلِ [1]

خضوع نہ کرو۔

خضوع کرنے کا مسئلہ ہے۔مرد کے سلسلے میں عورت کا انداز خاضعانہ اور خاکسارانہ نہیں ہونا چاہئے۔مرداورعورت کے اندرفطری اورقدرتی امور جو ہیں وہ اپنی جگہ،اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔مرد کے مقابلے میں عورت کی خاکساری اورحقارت آج مغرب میں باقاعدہ دیکھی جاسکتی ہے۔عورت کو پست اورحقیر بنانا دینا چاہتے ہیں۔

ویسے وہ یہ کام کرچکے ہیں،ایسانہیں ہے کہ اب اسے حقارت میں مبتلا کرنے جارہے

---

[1] سورۂ احزاب:۳۲۔مکمل آیت درج ذیل ہے:

یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسۡتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَیۡتُنَّ فَلَا تَخۡضَعۡنَ بِالۡقَوۡلِ فَیَطۡمَعَ الَّذِیۡ فِیۡ قَلۡبِہٖ مَرَضٌ وَّ قُلۡنَ قَوۡلًا مَّعۡرُوۡفًا ﴿۳۲﴾

اے نبی کی عورتو! تم اور معمولی عورتوں کی سی تو ہو نہیں (پس) اگرتم کو پرہیزگاری منظور ہے تو (اجنبی آدمی سے) بات کرنے میں نرم نرم (لگی لپٹی) بات نہ کروتا کہ جس کے دل میں (شہوت زنا کا) مرض ہے وہ (کچھ) اورآرزو (نہ) کرے اور (صاف صاف) عنوان شائستہ سے بات کیا کرو۔

ہیں۔اس خاص روش کے تحت آمد ورفت میں عورت کو مرد کے آگے کر دیا جاتا ہے اور یہ اصرار ہوتا ہے کہ خاتون، مرد سے آگے چلے لیکن یہ تو ظاہری صورت ہے، حقیقت اور باطن اس کے بالکل بر عکس ہے۔

بڑی حیرت ناک بات ہے کہ عورتوں کے سلسلے میں اپنے ان بڑے بڑے دعوؤں کے باوجود ان تمام ریا کارانہ اور جھوٹے تکلفات کے باوجود، جو عزت افزائی اور توقیر کے نام پر انجام پاتے ہیں جو در حقیقت توہین آمیز حرکتیں ہوتی ہیں، گھروں کے اندر شوہر اور بیوی کے تعلقات اور روابط کا وہ عالم ہے کہ خدا کی پناہ! یہ باتیں سن کر اور اس حقیقت سے آگاہ ہو کر انسان ایران کے قدیم رجعت پسند خاندانوں کے زن وشوہر کے روابط کو یاد کرنے لگتا ہے۔عورت کی پٹائی، مار مار کر اس کے جسم کو سیاہ کر دینا، کسی معمولی سی بات پر عورت کو قتل کر ڈالنا، یہ سب مغرب میں معمول کی باتیں بن چکی ہیں۔

چوتھا باب

مغربی ثقافت میں عورت کا مقام

اسلام میں عورت اپنی ثروت اور اثاثے کی خود مالک ہے۔ خواہ شوہر کو یہ بات پسند آئے یا نہ آئے، باپ کو یہ چیز اچھی لگے یا اچھی نہ لگے۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ وہ اپنا سرمایہ، اپنا سامان اور اپنی وہ دولت جو اس نے جمع کی ہے، آزادانہ خرچ کر سکتی ہے، اس سے کسی کو باز پرس کا حق نہیں ہے۔

عورت اور مغربی فن و ادب

عورت کے مزاج سے آشنائی اور اس صنف نازک سے برتاؤ کی نوعیت کے سلسلے میں مغرب والے ہمیشہ افراط وتفریط سے کام لیتے آئے ہیں۔ بنیادی طور پر عورت کے سلسلے میں مغرب کا نقطہ نگاہ عدم مساوات اور عدم توازن پر مبنی نقطہ نگاہ ہے۔ مغرب والے جو نعرے بازی کرتے ہیں اور جو بڑے بڑے دعوے کرتے ہیں وہ کھوکھلے ہیں، حقیقت کے عکاس نہیں ہیں۔ مغرب کی سرزمین پر عورت کے سلسلے میں وہ نظریہ اور ایسی فکر پائی جاتی ہے کہ جس کا سرچشمہ اور جس کی جائے پیدائش وہی یورپ ہے۔ اگر کہیں اور یہ فکر پہنچی ہے تو یورپ ہی سے پہنچی ہے۔ ان نعروں کے آئینے میں تو مغربی ثقافت کا ادراک نہیں کیا جا سکتا۔ مغربی ثقافت سے آشنائی اور واقفیت چاہئے تو مغربی ادب میں اسے تلاش کیجئے۔ جو لوگ یورپی ادب، یورپی اشعار، یورپی ناولوں، افسانوں اور ڈراموں سے واقف اور آگاہ ہیں، وہ بخوبی جانتے اور محسوس کرتے ہیں کہ مغربی ثقافت میں قرون وسطی سے لے کر بعد کے ادوار تک اور حتی بیسویں صدی کے وسط تک عورت دوسرے درجے کی مخلوق سمجھی جاتی رہی ہے۔

اس کے برخلاف وہ جو بھی دعوے کرتے ہیں سراسر جھوٹ ہے۔ شیکسپیئر کے معروف انگریزی ڈراموں میں اور دیگر مغربی ادبی تخلیقات میں عورت کو کس نظر سے دیکھا جاتا ہے اور اس کے لئے کس زبان کا استعمال کیا جاتا ہے؟! مغربی ادب میں مرد، عورت کا مالک، آقا اور حاکم ہے۔ اس ثقافت اور اس فکر کے کچھ اثرات آج بھی باقی ہیں۔ اہل یورپ نے عورت پر معاشی

امور، صنعتی سرگرمیوں اور اس جیسے دیگر شعبوں میں ظلم وزیادتی کا نشانہ بنایا ہی، ادب میں بھی انہوں نے عورت پر ظلم کیا ہے۔ ناولوں میں، افسانوں اور داستانوں میں، مصوری کے نمونوں میں اور دیگر فنکارانہ تخلیقات میں دیکھنا چاہئے کہ عورت کو کس نظر سے پیش کیا گیا ہے؟

کیا عورت سے متعلق اعلیٰ اقدار اور مثبت و تعمیری پہلوؤں کو قابل اعتناء سمجھا گیا ہے؟ کیا وہ لطیف جذبات اور وہ مہر و الفت سے معمور مزاج جو اللہ تعالی نے عورت کو ودیعت کیا ہے، وہ مامتا، وہ بچوں کی تربیت، پرورش اور نگہداشت کا جذبہ، توجہ کا مرکز بنا ہے یا شہوانی پہلو جسے وہ عشق کا نام دیتے ہیں؟

درحقیقت یہ لفظ کا غلط استعمال ہے، یہ عشق نہیں شہوت پرستی ہے۔ عورت کو یہ ترغیب دینے اور ان عادتوں میں مبتلا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ایک صارف مخلوق بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ دست ودل باز صارف اور سستی اور کم اجرت پر دستیاب مزدور۔

مغربی داستانوں اور یورپی اشعار میں آپ کو بہت ملے گا کہ شوہر مزاج اور عادت کے اختلاف کی بنیاد پر اپنی بیوی کو قتل کر دیتا ہے اور کوئی اسے روکنے ٹوکنے والا نہیں ہے! بیٹی کو اپنے باپ کے گھر میں کسی بھی انتخاب کا حق نہیں دیا گیا ہے۔ ان کے ڈراموں میں جو چیز نظر آتی ہے وہ یہی ہے۔ کوئی لڑکی ہے جس کی جبرا شادی کروائی جارہی ہے۔ کوئی عورت ہے جسے اس کے شوہر نے قتل کر دیا ہے۔ کوئی خاندان ہے جس میں عورت پر شدید مظالم ڈھائے جارہے ہیں۔ جو چیزیں نظر آتی ہیں وہ اسی طرح کی اور اسی انداز کی ہیں۔ یہ مغربی ادب ہے۔ بیسویں صدی کے وسط تک یہی ماحول تھا، اگرچہ انیسویں صدی کے اواخر سے عورتوں کی آزادی کے نام سے کچھ تحریکیں بھی شروع ہو چکی تھیں۔

تہذیب سے پرے

رومی ثقافت میں اور چیزوں کے سلسلے میں نرمی برتی جاتی ہے لیکن دو تین چیزوں میں کوئی نرمی نہیں ہے۔ان میں سے ایک جو شاید سب سے اہم بھی ہے، مرد اور عورت کے بیچ معینہ حد بندی کا ہونا ہے (اس کی ان کے ہاں ہرگز اجازت نہیں ہے)۔یعنی نام نہاد جنسی آزادی کے مقابلے میں ضبط نفس (انہیں ناپسند ہے)۔اس مسئلے میں یہ ثقافت بہت سخت گیر واقع ہے۔ دوسری باتوں پر وہ اتنے حساس نہیں ہیں۔ان لوگوں کے خیال میں رجعت پسند وہ ہے جو اسی (حد بندی یا حجاب) کو بنیاد بنالے۔اگر کسی ملک میں عورتیں خاص حدود کی پابندی کرتے ہوئے مردوں سے ایک دوری بنائے رہتی ہیں تو اسے خلاف تہذیب کہا جاتا ہے! ان کی بات بھی صحیح ہے کیونکہ ان کی تہذیب کا ڈھانچہ اسی رومی تہذیب کے ویرانے پر کھڑا کیا گیا ہے۔اس کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔لیکن اقدار کی رو سے دیکھا جائے تو یہ غلط ہے۔اس کا برعکس رخ درست ہے۔

مغربی معاشروں میں عورت کی مظلومی

مغرب کے (نام نہاد) مہذب معاشرے میں عورت، مردوں کی تسکین ہوس کا سامان ہے، ایک آزاد شخصیت کی مالک نہیں جو دوسروں کی منشاء کی پابند رہے بغیر اپنی مرضی کے مطابق اپنا کام کر سکے۔ایک ایسی مخلوق ہے جسے اپنا رہن سہن ایسا رکھنا ہے کہ گلی کوچے کے مردوں کے من کو بھائے انہیں دیدہ زیب لگے، وہ اپنی رفتار و گفتار اور عادات و اطوار میں غیر اور اجنبی مردوں کی پست حرکتوں کو تحمل کرے۔سماجی حلقوں میں عورت کی حالت یہ ہے۔البتہ کچھ استثنائات بھی ہیں لیکن مجموعی طور پر حالات یہی ہیں۔عورت کو کسی قسم کی عزت دینے کو تیار نہیں ہیں۔ جہاں کسی مزدور سے کام لینے کا معاملہ آتا ہے ان کی نظر میں مرد اور عورت کے درمیان کوئی فرق نہیں رہ

جاتا، مالک کے مفاد کے مطابق عورت سے جم کر محنت کروائی جاتی ہے۔ یعنی روزمرہ کے سخت کوشی کے کاموں میں صنف نازک سے تعلق رکھنے کے باعث عورت کا جو لحاظ کیا جانا چاہئے وہ ہرگز نہیں کیا جاتا، لیکن جب مرد، عورت کو اپنی ہوس کی تسکین کے سامان کے طور پر استعمال کرنا چاہتا ہے تو اس کے لئے مرد کے ہاتھ کھلے ہوئے ہیں، اس کے پاس وسائل ہیں اور عورت کے پاس اپنے دفاع کا کوئی راستہ نہیں ہے۔

فیشن، انحراف اور لغزش کی تمہید

میرے خیال میں فیشن، مردوں کے سامنے حد سے زیادہ سجنا سنورنا اور نئے نئے روپ میں آنے کی خواہش معاشرے کے بہکنے اور عورت کے بھٹکنے کی ایک بہت بڑی وجہ اور سبب ہے۔ مغرب والے عورت کو ایک ایسی مخلوق میں تبدیل کر دینے کے لئے جو ان کی مرضی اور خواہش کے مطابق ہو، تواتر کے ساتھ نئے نئے فیشن ایجاد کرنے پر مجبور ہیں تا کہ ان (عورتوں) کے دلوں، ذہنوں اور آنکھوں کو انہی ظاہری اور سطحی چیزوں میں مصروف رکھیں۔ جو کوئی بھی ان چیزوں میں کھو گیا وہ کہاں اور کب اعلیٰ اور حقیقی اقدار کو سمجھ سکتا ہے؟ اسے ان (اقدار) تک رسائی کی فرصت ہی نہیں ملے گی۔ جس عورت کا سارا ہم و غم اور فکر یہی ہے کہ جیسے بھی ہو خود کو مردوں کے لئے پرکشش بنائے، اسے کب اس کا موقع مل سکتا ہے کہ اخلاقی پاکیزگی کے بارے میں سوچے اور غور کرے؟ یورپی سامراجیوں کو ہرگز گوارا نہیں ہے کہ تیسری دنیا کے سماجوں میں عورتیں روشن خیال اور بلند اہداف والی ہوں، جو خود تو بلند اہداف کی سمت گامزن ہوں ہی، اپنے شوہر اور بچوں کو بھی اپنے ساتھ آگے بڑھائیں۔ اسلامی معاشرے کی نوجوان لڑکیاں بہت ہوشیار اور محتاط رہیں تا کہ مغربی فکر اور مغربی ثقافت کے اس بے حد خطرناک اور غیر مرئی جال کو دیکھ لیں، پہچان لیں، اس سے خود کو محفوظ رکھیں اور عورتوں کو اس سے دور رکھیں۔

مغربی ثقافت میں عورتوں کی آزادی کی حقیقت

مغرب میں جو سب سے بڑے دعوے ہیں ان میں سب سے پہلے نمبر پر عورتوں کی آزادی کا نعرہ ہے۔ لفظ آزادی کے معنی بہت وسیع ہیں۔ اس کا اطلاق قید سے رہائی پر بھی ہوتا ہے اور اخلاقیات سے خود کو الگ کر لینے پر بھی ہوتا ہے، کیونکہ اخلاقیات بھی ایک طرح کی حد بندی اور پابندی ہے، اس کا اطلاق اس دباؤ سے چھٹکارے پر بھی ہوتا ہے جو سرمایہ دار کی طرف سے استحصال سے عبارت ہوتا ہے اور وہ کم اجرت پر عورت سے کام لیتا ہے، اس کا اطلاق ان قوانین اور ضوابط سے آزادی پر بھی ہوتا ہے جو شوہر کے تعلق سے بیوی پر کچھ فرائض اور ذمہ داریاں عائد کر دیتے ہیں۔ آزادی کی یہ تمام قسمیں تصور کی جا سکتی ہیں۔ عورت کے سلسلے میں جو یہ نعرے ہیں ان میں بہت سے مطالبات ایسے ہیں جو ایک دوسرے سے متصادم ہیں۔ اس آزادی کا کیا مطلب ہوا؟

بدقسمتی سے مغربی دنیا میں آزادی سے جس چیز کا تصور ذہن میں ابھرتا ہے وہ آزادی کا وہی غلط اور ضرر رساں مفہوم ہے۔ یعنی خاندانی حدود و قیود سے آزادی، مرد کے ہر طرح کے اختیار سے مکمل آزادی، حتی شادی، خاندان کی تشکیل اور بچوں کی پرورش کی ذمہ داری سے بھی آزادی، ان جگہوں پر جہاں عارضی شہوانی ہدف ان چیزوں سے ٹکرانے لگے۔ مغرب میں جو مسئلہ بڑے شد و مد سے اٹھایا جاتا ہے اس میں حمل ساقط کرنے کی آزادی کا مسئلہ بھی شامل ہے، یہ بڑا ہی سنگین مسئلہ ہے۔ یہ بظاہر تو معمولی اور چھوٹی بات ہے لیکن فی الواقع یہ بے حد خطرناک اور ہولناک مضمرات والی بات ہے۔ یہ وہ نعرہ اور مطالبہ ہے کہ مغرب میں جو بہت عام ہے، چنانچہ اسے عورتوں کی آزادی کی تحریک کا نام دیا جاتا ہے۔ سراپا جہالت سامراجی و استکباری نظام کی یہ بہت بڑی غلطی ہے کہ وہ اس خام خیالی میں ہے کہ عورت کی قدر و قیمت کا دار و مدار مردوں

کے لئے سجنے سنورنے اور پر کشش لگنے میں ہے کہ گندی نگاہیں اسے دیکھیں، محظوظ ہوں اور اس کی تعریف کریں۔ دنیا میں مغرب کی جانب سے عورت کی آزادی کی جو بساط بچھائی گئی ہے اس کا لب لباب یہ ہے کہ عورت کو مردوں کی نظروں کے سامنے لایا جائے تا کہ ان کی ہوس اور شہوت پرستی کے جذبے کو تسکین ملے۔ مرد ان سے لذت حاصل کریں اور عورتیں مردوں کی لذت کا سامان فراہم کریں۔ یہ عورت کی آزادی ہے؟ مغرب کی جاہل و غافل و گمراہ ثقافت میں جو لوگ انسانی حقوق کے دفاع کے دعوے کرتے ہیں وہ درحقیقت عورت کے حق میں سب سے بڑے ظالم ہیں۔

مغرب میں عورت کے حقوق کے دفاع کی تحریک

عورت کے حق میں ظلم و جور اور ستم و زیادتی کے اس ماحول میں جب عورتوں کے دفاع کے لئے کوئی تحریک معرض وجود میں آئے گی تو فطری طور پر وہ افراط و تفریط کا شکار ہو جائے گی۔ یہی وجہ ہے کہ کئی عشروں کے دوران عورتوں کی آزادی کے نام پر وہ فحاشی اور بے راہروی پھیلی ہے کہ خود مغربی مفکرین وحشت زدہ ہو گئے ہیں! آج مغربی ممالک میں ہمدرد، خردمند، مصلح اور با ضمیر افراد موجودہ صورت حال پر فکرمند اور تشویش میں مبتلا ہیں لیکن وہ اس پر قابو بھی نہیں پا سکتے۔ چلے تھے عورت کی خدمت اور مدد کرنے لیکن اس کی زندگی پر بہت بڑی ضرب لگا بیٹھے ہیں۔ بے راہروی، فحاشی و جنسی آزادی اور بغیر شادی بیاہ کئے مرد اور عورت کی ایک ساتھ وقت گزاری سے خاندانوں اور کنبوں کی بنیادیں تباہ ہو گئیں۔ جو مرد معاشرے میں آزادانہ اپنی ہوس کی بھوک مٹا سکتا ہے اور جو عورت معاشرے میں بغیر کسی روک ٹوک کے متعدد مردوں سے جسمانی تعلقات قائم کر سکتی ہے وہ گھر میں کبھی بھی اچھا شوہر یا اچھی بیوی نہیں بن سکتے۔ اس طرح خاندان اور

کنبے کا ڈھانچہ تباہ ہو کر رہ گیا ہے۔

درحقیقت مغرب میں عورتوں کے حقوق کے دفاع کی تحریک، ایک طرح کی سراسیمگی اور نامعقولیت سے دوچار تحریک، جہالت پر مبنی تحریک، الٰہی روایات سے خالی تحریک اور مرد اور عورت کے مزاج اور فطرت سے غیر ہم آہنگ تحریک بن گئی تھی جس نے ہر کسی کو شدید نقصان پہنچایا۔ عورتوں کے لئے زیاں بار ثابت ہوئی اور مردوں کے لئے ضرر رساں بنی، زیادہ نقصان عورتوں کو پہنچا۔ اس کی تقلید اور پیروی ہرگز نہیں کی جاسکتی۔ یہ کوئی ایسی تحریک نہیں جسے کسی اسلامی ملک میں زیر غور لایا جائے اور اس سے کچھ سیکھنے اور حاصل کرنے کی کوشش کی جائے، اسے پوری طرح مسترد کر دینے کی ضرورت ہے۔

عورتوں پر گھروں کے اندر مظالم

آج بھی جب کوئی عورت کسی مرد سے شادی کر کے دلہن کے طور پر شوہر کے گھر جاتی ہے تو اس کا فیملی نیم تک تبدیل ہو جاتا ہے اور شوہر کا فیملی نیم اسے استعمال کرنا ہوتا ہے۔ عورت کا فیملی نیم اسی وقت تک محفوظ رہتا ہے جب تک اس نے شادی نہیں کی ہے، ادھر اس نے شادی کی اور ادھر اس کا اپنا فیملی نیم اس سے رخصت ہو جاتا ہے اور اس کی جگہ شوہر کا فیملی نیم لے لیتا ہے۔ یہ مغربی طریقہ ہے۔ ایران میں ایسا کبھی نہیں تھا، آج بھی نہیں ہے۔ یورپی سماج میں جب عورت شادی کر کے اپنے تمام سرمائے اور اثاثے کے ساتھ شوہر کے گھر جاتی تھی اس کا جسم ہی شوہر کے اختیار میں نہیں جاتا تھا بلکہ اس کی تمام دولت اور اس کا سارا اثاثہ جو اسے اس کے والد اور گھر والوں سے ملا تھا شوہر کی ملکیت میں چلا جاتا تھا! یہ ایسی اٹل حقیقت ہے جس کا مغرب والے انکار نہیں کر سکتے۔ یہ چیز مغربی تہذیت میں تھی۔ مغربی تہذیب میں جب کوئی عورت شوہر کے گھر

رخصت ہو کر جاتی تھی تو شوہر اس کی زندگی کا مالک ہو جاتا تھا! یہی وجہ ہے کہ مغربی اشعار اور افسانوں میں یہ چیز آپ کو جگہ جگہ نظر آئے گی کہ شوہر عادت اور مزاج کے معمولی سے اختلاف کی بنا پر بیوی کو قتل کر دیتا ہے اور کوئی اسے ملامت تک نہیں کرتا! لڑکی کو باپ کے گھر میں کسی طرح کا حق انتخاب اور اختیار نہیں تھا۔ اس زمانے میں بھی مغرب والوں کے درمیان عورت اور مرد کے تعلقات کے لئے کسی حد تک آزادی تھی لیکن شادی کا اختیار اور شوہر کے انتخاب کا حق پوری طرح باپ کو حاصل تھا۔

مغربی خاندانوں میں حتی اس عورت پر بھی، جو شوہر کی طرح ملازمت پیشہ ہے اور دونوں ہی ایک محدود اور معینہ وقت ہی گھر میں گزارتے ہیں، ظلم ہوتا ہے! کیونکر ظلم کیا جاتا ہے؟ صرف اس لئے کہ ان دونوں میں ایک مرد ہے اور دوسری عورت ہے۔ دو افراد ہیں، ملازمت کرتے ہیں، رات کو گھر آتے ہیں اور سو جاتے ہیں، صبح اٹھتے ہیں اور روانہ ہو جاتے ہیں۔ دونوں مرد نہیں ہیں، ایک مرد ہے اور دوسری عورت ہے۔ مرد اور عورت دونوں کو کچھ چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ مرد کے ساتھ بھی زیادتی ہوتی ہے لیکن جو ظلم کا یقینی طور پر نشانہ بنتی ہے وہ عورت ہے۔ کیونکہ اس عورت کا جو شوہر ہے اس کے دوسری کئی عورتوں سے جذباتی اور جنسی تعلقات ہیں۔ بڑے گہرے، دوستانہ اور بے تکلفانہ تعلقات ہیں، اتنے ہی گہرے تعلقات جتنے اپنے کنبے کے افراد سے ہیں۔ عورت کے لئے یہ کسی گہرے زخم کی مانند ہے۔ عورت چاہتی ہے کہ اپنے شوہر کے ساتھ گہرے جذباتی تعلقات اور روابط رکھے اور دونوں پوری دنیا میں ایک دوسرے کے لئے سب سے زیادہ قریبی اور نزدیک ہوں۔ گھر میں عورت سے سب سے پہلے جو چیز لے لی جاتی ہے وہ یہی حق ہے۔

عزت افزائی یا توہین

کبھی کبھی دیکھنے میں آتا ہے کہ مغربی سماجوں میں کسی مخصوص انداز سے عورت کا احترام کیا جا رہا ہے۔ جیسے فلمی ستاروں، اداکاروں، مقابلہ حسن میں شریک پرکشش عورتوں کا احترام کیا جاتا ہے، یہ احترام بھی ویسا ہی ہوتا ہے۔ یعنی احترام کی جگہ توہین، یعنی احترام کے روپ میں تذلیل۔ انسان کی نجی اور شخصی زندگی میں اس کی بہت مثالیں ملتی ہیں اور ہر کوئی اسے دیکھ اور سمجھ سکتا ہے کہ احترام کی شکل میں توہین اور توہین کی شکل میں احترام کسے کہتے ہیں؟ احترام کے نام پر توہین، بڑی تشویشناک بات ہے۔ مرد اور عورت کے آزادانہ تعلقات کی لپیٹ میں اگر عورت آ گئی تو وہی حالت ہو جائے گی جو استبدادی شاہی دور میں تھی۔ یعنی پھر اس کے قدم عریانیت کی جانب، فیشن کے جنون کی جانب، گونا گوں انداز سے جسم کی نمائش کی جانب بڑھیں گے۔ ایک مناسب حد تک میک اپ اور فیشن کی بات تو سمجھ میں آتی ہے اور اسلام نے بھی اس کی مناہی نہیں کی ہے لیکن جب یہ سلسلہ معمول کی حدود سے تجاوز کر جائے، مقابلہ آرائی شروع ہو جائے، ایک دوسرے کو پیچھے چھوڑ دینے کی دوڑ شروع ہو جائے اور عورت کی شخصیت کا دار و مدار یہی بناؤ سنگار ہی ہو جائے تو یہ غلط بات اور انحرافی بات ہوگی۔ یہ عورتوں کے سلسلے میں اسلامی انقلاب کے معینہ ہدف اور سمت کے بالکل برخلاف ہے۔

مسلمان عورت کے طور طریقے کی مخالفت

ان (مغرب والوں) کو مسلمان عورتوں کی کس چیز پر سب سے زیادہ اعتراض ہے؟ اس کے حجاب پر۔ وہ مسلمان عورت کے صحیح اور مناسب حجاب کے سب سے بڑے دشمن ہیں، کیوں؟ کیونکہ ان کی ثقافت میں اس کی گنجائش نہیں اور ان کا رہن سہن کا طریقہ اسے قبول نہیں

کرتا۔ یورپیوں کی فطرت ایسی ہے۔ان کا اصرار ہے کہ جو بات ہمیں مناسب لگتی ہے پوری دنیا کو چاہئے اس کی تقلید کرے اور اس پر عمل پیرا رہے۔ان کو اس میں بھی کوئی تامل نہیں ہوگا کہ اپنی جہالت کو دنیا کے علم و معرفت پر مسلط کر دیں۔ان کی کوشش ہے کہ معاشرے میں یورپی وضع قطع کی ہی عورت نظر آئے۔یعنی فیشن کی دلدادہ ہو، پوری طرح صارف ہو، تمام مردوں کی آنکھوں کو پرکشش لگے اور دونوں صنفوں کے درمیان جنسی مسائل بالکل معمول کی چیز بن جائیں اور اس کے لئے عورتوں کو استعمال کیا جائے۔مغرب والوں کی اس پالیسی اور حکمت عملی کی جہاں بھی مخالفت ہوتی ہے مغرب والے چراغ پا ہو جاتے ہیں۔ان میں صبر و تحمل بھی نہیں ہے۔مغرب کے یہ بڑے بڑے دعوے دار اپنے مسلمہ اصولوں کی ذرہ برابر بھی مخالفت برداشت نہیں کر پاتے۔

وہ دنیا کے تمام علاقوں کو متاثر کرنے میں کامیاب رہے ہیں سوائے حقیقی اسلامی معاشروں کے۔افریقا کے غربت سے دوچار علاقوں میں، لاطینی امریکا اور مشرقی ایشیا میں جہاں جہاں بھی قومیں آباد ہیں، وہ اپنے نقطہ نگاہ اور اپنی پسند کو یعنی وہی میک اپ، وہی صارف کلچر، وہی عورت کا کھلونا بن جانا، ان چیزوں کو وہ رائج کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ان کا تیر صرف وہاں خطا گیا ہے جہاں اسلامی ماحول ہے۔اس کی ایک مثال اسلامی جمہوریہ ایران کا عظیم معاشرہ ہے۔یہی وجہ ہے کہ اس کی زبردست مخالفت کی جا رہی ہے۔

اسلامی اور یورپی ثقافتوں میں عورتوں کے مالکانہ حقوق

ساٹھ ستر سال قبل تک پورے یورپ میں اور مغربی ممالک میں عورت کا وجود کسی مرد کے زیر تسلط ہی ممکن تھا۔ یا اپنے شوہر کے زیر تسلط یا کارخانے اور کھیت کے مالک کے زیر تسلط۔ عورت کو ایسا کوئی حق حاصل نہیں تھا جو ایک مہذب معاشرے میں عورتوں کو حاصل ہوتا ہے۔

اسے حق انتخاب، مالکانہ حقوق اور داد و ستد کا اختیار نہیں تھا۔ بعد میں عورت کو تجارتی میدان اور سماجی امور میں شامل کیا گیا۔ یورپ میں جو عورت کو مالکانہ حقوق دینے کا فیصلہ کیا گیا، خود یورپی ماہرین عمرانیات کی باریک بینی پر مبنی تجزیوں کے مطابق، اس کی وجہ یہ تھی کہ کارخانوں نے نئی نئی صنعت اور ٹکنالوجی کی بساط بچھائی تھی اور ان کو محنت کش مزدوروں اور کام کرنے والوں کی ضرورت تھی لیکن مزدوروں کی قلت تھی۔ مزدوروں کی قلت سے انہیں بڑی تکلیف ہو رہی تھی۔ انہوں نے عورتوں کو کارخانوں میں لانے اور اس افرادی قوت سے بھرپور فائدہ اٹھانے کا فیصلہ کیا، ویسے عورتوں کو مزدوری بھی کم ہی دی جاتی تھی، ان لوگوں نے اعلان کیا کہ عورت کو بھی مالکانہ حقوق حاصل ہیں۔ بیسویں صدی کے اوائل میں یورپ والوں نے عورت کو مالکانہ حقوق دئے لیکن ساتھ ہی انہوں نے عورت کی لغزش کا سارا سامان بھی فراہم کر دیا۔ انہوں نے عورت کو معاشرتی بہاؤ میں لاکر بے سہارا چھوڑ دیا۔ یہ عورت کے سلسلے میں مغرب اور یورپ میں پایا جانے والا ظالمانہ اور غلط طرز فکر اور طرز عمل ہے۔

اسلام میں ایسا نہیں ہے۔ اسلام میں عورت اپنی ثروت اور اثاثے کی خود مالک ہے۔ خواہ شوہر کو یہ بات پسند آئے یا نہ آئے، باپ کو یہ چیز اچھی لگے یا اچھی نہ لگے۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ وہ اپنا سرمایہ، اپنا سامان اور اپنی وہ دولت جو اس نے جمع کی ہے، آزادانہ خرچ کر سکتی ہے، اس سے کسی کو باز پرس کا حق نہیں ہے۔ عورتوں کے معاشی حقوق کی حمایت کے لحاظ سے دنیا، اسلام سے تیرہ سو سال پیچھے ہے۔ اسلام نے یہ کام تیرہ سو سال قبل ہی کر دیا۔

پانچواں باب

اسلامی جمہوریہ ایران میں عورت کا کردار

ایران کی عصری تاریخ میں عورتوں کا کردار

ایران میں موجودہ دور میں اور بہت سے انتہائی اہم واقعات میں عورتوں کا کردار بہت نمایاں رہا ہے۔ اگر گزشتہ ڈیڑھ سو سال کی تاریخ پر جو بڑی سبق آموز ہے، نظر دوڑائی جائے تو معلوم ہوگا کہ کئی شعبوں اور میدانوں میں عورتوں کی شراکت اور ان کا کردار بہت اہم، نمایاں، موثر اور فیصلہ کن ثابت ہوا ہے۔ منجملہ خواتین کا وہ کردار ہے جو انہوں نے مرزا شیرازی مرحوم کی قیادت میں سامراج مخالف تحریک میں ادا کیا۔ اسی شہر تہران میں عورتوں کے مظاہرے حکمراں نظام کو لرزہ بر اندام کر دینے والے مظاہرے تھے۔ معلوم ہوا کہ اسلامی انقلاب سے قبل بھی اسلامی جذبے کے ساتھ مسلمان خواتین کی نمایاں کارکردگی کی ایک تاریخ موجود ہے۔

پہلوی سلطنت میں خواتین کی صورت حال

قابل مذمت بے ضمیر شہنشاہی نظام والے معاشرے میں عورت ہر لحاظ سے واقعی بے حد مظلوم واقع ہوئی تھی۔ اگر عورت علمی میدان میں قدم رکھنا چاہتی تو اسے تقوا و دینداری اور عفت و پرہیزگاری سے خود کو الگ کر لینا پڑتا تھا۔ یونیورسٹیوں میں، تعلیمی اداروں اور علمی و ثقافتی مراکز میں ایک مسلمان عورت کے لئے ممکن نہیں تھا کہ اپنے حجاب، اپنے وقار اور اپنی متانت کو باقی رکھ سکے۔ یہ کہاں ممکن تھا کہ مسلمان خاتون تہران اور بعض دیگر شہروں کی سڑکوں پر مسلمان خاتون

اسلامی متانت و وقار کے ساتھ یا حتیٰ آدھے ادھورے حجاب کے ساتھ آسانی سے گزر جائے اور وہ مغربی فحاشی و فساد کے دلدادہ افراد کے رکیک جملوں سے محفوظ رہے؟ نوبت یہ آ گئی تھی کہ اس ملک میں عورتوں کے لئے حصول علم تقریبا ناممکن ہو گیا تھا۔ البتہ اس میں کچھ استثنا بھی ہے لیکن اکثر و بیشتر عورتوں کے لئے علمی میدان میں وارد ہونا ممکن نہیں ہو پاتا تھا۔ اس کا ایک ہی راستہ تھا کہ وہ حجاب ترک کر دیں اور تقوی و اسلامی وقار سے خود کو الگ کر لیں۔ سیاسی میدان اور سماجی سرگرمیوں کے سلسلے میں بھی یہی صورت حال تھی۔ اگر کوئی عورت ایران میں شاہی حکومت کے دور میں کوئی سیاسی یا سماجی عہدہ حاصل کرنا چاہتی تھی تو اسے حجاب، اسلامی وقار اور عفت و پاکدامنی کو فراموش کر دینا ہوتا تھا۔ البتہ اس کا اس پر بھی انحصار تھا کہ اس عورت کی صلاحیت اور اس کی اپنی حقیقت کیا ہے۔ اگر اس میں مضبوطی اور استحکام نہیں ہے تو وہ پوری طرح گہرائیوں میں گرتی چلی جاتی تھی لیکن اگر اس میں استحکام ہوتا تو خود کی کسی حد تک محفوظ رکھتی تھی لیکن سماجی ماحول کا اس پر ہمیشہ دباؤ رہتا تھا۔

سابقہ شاہی دور حکومت میں عورتوں کی بڑی تعداد ناخواندہ تھی اور انہیں سماجی مسائل کی کوئی شد بد نہ تھی یعنی انہیں کسی چیز کے ادراک کا موقع ہی نہیں دیا جاتا تھا، وہ ملک کے مستقبل اور تقدیر سے لاتعلق تھیں انہیں معلوم ہی نہیں تھا کہ عورتیں ملک کی تقدیر کے فیصلے میں شراکت کا حق رکھتی ہیں۔ یہ حالت تھی لیکن ظاہری روپ کے لحاظ سے وہ یورپی عورتوں کے جیسی تھیں بلکہ شائد مغربی اور یورپی عورتوں سے بھی دو ہاتھ آگے تھیں۔ انہیں دیکھنے والا یہی سمجھتا کہ یہ عورت کسی یورپی ملک سے اور مغربی ماحول سے نکل کر ایران آئی ہے لیکن اگر اس سے دو جملے گفتگو کرتا تو معلوم ہوتا کہ یہ تو بالکل کورہ کاغذ یا انتہائی سطحی معلومات والی عورت ہے! عورت کو مجبور کیا جاتا تھا کہ وہ جسم کی نمائش کرے اور دوسروں کی نگاہوں کا مرکز بنے اور اسی کو اپنی شخصیت کا معیار سمجھے۔ جبکہ یہ تو عورت کے لئے انحطاط کا عمل تھا پیشرفت کا عمل نہیں۔ کیا عورت کے ساتھ اس سے بڑی

بھی کوئی زیادتی ہوسکتی ہے کہ فیشن، میک اپ، جسم کی نمائش، لباس، سونے چاندی اور گہنوں کا اس پر ملمع چڑھا دیں اور پھر اسے گونا گوں مقاصد کی تکمیل کے سامان اور حربے کے طور پر استعمال کریں۔ اسے سیاست، اخلاقیات اور تربیت کے میدان میں قدم رکھنے کا موقع نہ دیں؟ پہلوی سلطنتی دور میں یہ کام پوری منصوبہ بندی کے تحت کیا گیا۔

ایران کے اسلامی انقلاب میں خواتین کا کردار

ایران کے اسلامی انقلاب نے عورتوں کے سلسلے میں تمام غلط نظریات اور طرز فکر پر خط بطلان کھینچ دیا اور عورتوں نے اسلامی انقلاب کے ہراول دستے کی سپاہیوں کا رول ادا کیا۔ اگر عورتوں نے انقلاب سے تعاون نہ کیا ہوتا، اس انقلاب کو قبول نہ کیا ہوتا اور اس پر ان کا یقین نہ ہوتا تو یہ طے ہے کہ انقلاب کبھی کامیاب نہ ہو پاتا۔ اگر وہ نہ ہوتیں تو انقلابیوں کی آدھی تعداد تو براہ راست میدان سے یونہی مفقود ہو جاتی اور اس کے علاوہ (ان عورتوں کی میدان میں عدم موجودگی کا اثر یہ بھی ہوتا کہ) چونکہ خاتون گھر کے اندر کے ماحول پر گہرا اثر رکھتی ہے اس لئے بچے، شوہر اور بھائی پر بھی اس کا اثر پڑتا۔ تو یہ ان کا تعاون اور ان کی شراکت ہی تھی جس نے دشمن کی بنیادیں ہلا دیں اور تحریک کو حقیقی معنی میں آگے بڑھایا۔ مرد خواہ وہ شوہر ہو یا بیٹے عورتوں بشمول ماؤں اور ازواج کے زیر اثر ہوتے ہیں۔ یہ ایک فطری بات ہے۔

ایک غیر تعلیم یافتہ ماں کا جس کے پاس کوئی معلومات اور کوئی تجربہ بھی نہیں ہے ایسا اثر اور نفوذ ہوتا ہے جو شاگرد پر استاد اور ماتحتوں پر افسر کے اثر سے الگ ہوتا ہے۔ بچوں پر ماں کا بالکل منفرد اثر ہوتا ہے جو ماں کے بڑھاپے تک اسی طرح برقرار رہتا ہے۔ یعنی ماں جب اپنے مخصوص اثر و نفوذ کو استعمال کرنے کا ارادہ کرتی ہے تو وہ اس میں کامیاب رہتی ہے۔ البتہ شائد کچھ مائیں ایسی بھی نکل آئیں جن میں جوش و ولولہ کی کمی اور استحکام کا فقدان ہو اور وہ اپنے اس اثر و

نفوذ کو استعمال ہی نہ کریں۔ عموماً یہی ہوتا ہے کہ بچوں پر ماؤں کا خاص اثر ہوتا ہے۔ ان کی باتیں، ان کا محبت آمیز انداز اور اسی مادرانہ شفقت کے ساتھ جو باتیں وہ کہتی ہیں وہ مخاطب فرد کے ذہن و دل میں اترتی چلی جاتی ہیں۔ جب ایران کی اسلامی تحریک، اسلامی انقلاب کے مرحلے پر پہنچ گئی اور عورتیں اسلام کے سلسلے میں اسی نظرئے کے ساتھ جو عورتوں کے درمیان رائج تھا آگے بڑھیں تو امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر اس تحریک کو عورتوں کا تعاون نہ ملا ہوتا تو انقلاب کبھی بھی کامیابی سے ہمکنار نہ پاتا۔

اسلامی جمہوریہ کی تشکیل کے عمل میں اور آج تک رونما ہونے والے واقعات کے سلسلے میں ایرانی خواتین نے بعض مواقع پر مردوں کے مثل اور بعض مواقع پر مردوں سے کچھ کمتر اور بعض مواقع پر تو مردوں سے بھی بڑھ کر تعاون کیا اور اپنے اثر دکھایا۔ جنگ میں بھی اور مختلف سیاسی واقعات میں ملک کے دینی اور سیاسی مظاہروں میں بھی یہی صورت حال نظر آتی ہے۔ علم و دانش کے شعبے میں، تعمیر و ترقی کے عمل میں اور سماجی مسائل کے سلسلے میں ایرانی خواتین کا دائمی اور مربوط تعاون اور شراکت نظروں کے سامنے ہے۔ معاشرے کے ایک رکن کی حیثیت سے عورت کا سماجی کردار انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ ماضی میں عورتیں اس پہلو کو کوئی اہمیت نہیں دیتی تھیں اور اس کی جانب ان کی توجہ نہیں تھی۔

معاشرے میں جو سماجی سطح پر عمومی امور ہوتے ہیں عورتوں کا ان میں کوئی کردار نہیں ہوتا تھا، وہ اس تعلق سے اپنا کوئی کردار اور اپنی کوئی ذمہ داری محسوس ہی نہیں کرتی تھیں۔ دور افتادہ قریوں اور شہروں کی تمام خواتین اس انقلاب کی پاسبانی کرنے والے انسانی مجموعے میں شامل افراد کی حیثیت سے اور اس انقلاب کی ذمہ دار کی حیثت سے اپنے لئے ایک شان و منزلت کی قائل ہیں۔ اس زاوئے سے مرد اور عورت میں کوئی تفریق نہیں ہے، بلکہ بسا اوقات عورتوں میں سماجی مسائل اور امور کے تعلق سے زیادہ جوش و جذبہ اور وسیع النظری دیکھنے میں آتی ہے اور

وہ اس ملک اور اس کے مسائل کو اپنے مسائل سمجھتی ہیں۔

اسلامی انقلاب اور عورتوں کا سماجی مقام و مرتبہ

اسلام، انقلاب اور امام (خمینی رحمۃ اللہ علیہ) نے اس ملک میں آن کر عورت کو سیاسی سرگرمیوں کے مرکز میں لا کھڑا کیا اور انقلاب کا پرچم عورتوں کے ہاتھوں میں دیا۔ اس سب کے ساتھ ہی ساتھ عورتوں نے اپنے حجاب، اپنے وقار، اپنی اسلامی متانت، اپنی عفت و پاکدامنی اور دین وتقوے کی بھی حفاظت کی۔ اب ایران کی مسلمان خواتین کی گردن پر اس کے بعد کوئی حق اور فریضہ ایسا نہیں رہا جو ادا نہ ہوا ہو۔

اسلامی انقلاب کی برکت سے ایرانی خواتین بہت اچھے راستے پر چل پڑی ہیں۔ آج ایرانی عورت عملی میدان میں وارد ہوسکتی ہے اور معرفت و دانش کے اعلیٰ مدارج پر فائز ہوسکتی ہیں اور اس کے ساتھ ہی ساتھ اپنے دین و ایمان، عفت و پاکدامنی، تقوا و پرہیزگاری، عز و وقار، سنجیدگی و متانت، اپنی عزت و حرمت اور شخصیت و تشخص کو بھی قائم رکھ سکتی ہے۔ اسی طرح عورت دینی علوم و معارف کی وادی کی بھی سیاحی کر سکتی ہے، اس کی راہ میں کسی طرح کی کوئی رکاوٹ اور ممانعت نہیں ہے۔ آج ایران میں عورتیں سیاست کے میدان میں، سیاسی سرگرمیوں میں، سماجی میدان میں، جہاد کے میدان میں، عوام اور انقلاب کی مدد و اعانت کے سلسلے میں، غرضیکہ گوناگوں میدانوں میں اپنی متانت و سنجیدگی کو برقرار رکھتے ہوئے، اپنے عز و وقار کو قائم رکھتے ہوئے اور اپنے اسلامی حجاب کی پابندی کے ساتھ اپنا کردار ادا کر سکتی ہیں۔

امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ کی نگاہ میں عورت کی منزلت

بانی انقلاب اسلامی حضرت امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ نے انقلاب میں، خواہ وہ اس کا معرض وجود

میں آنے کا مرحلہ ہو یا معرض وجود میں آجانے کے بعد آگے بڑھنے اور جاری رہنے کی منزل، عورتوں کے کردار کو اسی طرح اسلامی معاشرے کے ارتقاء اور اس میں اسلامی و انقلابی بالغ نظری پیدا کرنے کے عمل میں عورت کے مقام کو انتہائی عظیم قرار دیا ہے، اور حقیقت بھی یہی ہے۔

اس حقیقت کا تقاضا یہ ہے کہ ایرانی عورت اور مسلم خاتون مغرب کی خانماں سوز ثقافت کی جگہ جگہ موجود کمند اور جگہ جگہ بچھے جال سے خود کو محفوظ رکھنے کے لئے اپنی مجاہدت کو پختہ ارادے کے ساتھ جاری رکھے اور کسی بھی صورت میں ان کے دام میں نہ پھنسے جنہوں نے عورت کو اپنی تباہ کن پالیسیوں اور توسیع پسندانہ اہداف کے لئے حربے کے طور پر استعمال کرنے کو اپنا وطیرہ بنالیا ہے۔

اس کے لئے دانشمندانہ باریک بینی کی ضرورت ہے جس کے ذریعے عورت کی سیاسی، سماجی، فنی اور ثقافتی شناخت اور منزلت کو سیاسی اور شخصی اغراض و مقاصد کی تکمیل کے ذریعے اور حربے کی سطح تک عورت کی تنزلی اور انحطاط سے الگ کیا جاسکتے اور دونوں کے فرق کو پہچانا جا سکے۔ اس پستی اور ہر آگاہ و بیدار اور حریت پسند انسان کے مرغوب و پسندیدہ مقام و منزلت کے درمیان خلط ملط پیدا نہ ہو۔

امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ کی ہمیشہ یہ کوشش رہی کہ ایرانی معاشرے میں خواتین کو کہ جو ملک میں تعداد کے اعتبار سے کل آبادی کا نصف ہیں اور حساس مواقع اور نازک موڑ پر افادیت کے لحاظ سے آدھی آبادی سے زیادہ کا کردار ادا کرتی ہیں (کیونکہ جب ماں اور بیوی کی حیثیت سے وہ میدان عمل میں آتی ہیں تو بچوں اور شوہر پر اپنے خاص اثر و نفوذ کی وجہ سے انہیں بھی اپنے ساتھ میدان میں لاتی ہیں) ان کا حقیقی مقام اور شناخت حاصل ہو۔ فرضی اور مسلط کردہ شناخت نہیں بلکہ وہی حقیقی شناخت جو نظر انداز کردی گئی ہے اور مختلف پردوں کے نیچے دب کر رہ گئی ہے۔ آپ کی تاکید تھی کہ یہ شناخت نمایاں ہو اور ہمیشہ سب کی خاص طور پر خود خواتین کی نظروں کے سامنے رہے۔ جو درخشاں حقیقت ہے وہ انہیں باور کرائی جائے۔